عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد:۳۳ | ۵ تا ۱۹ ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ مطابق یکم تا ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۴ء | شمارہ: ۳۷/۳۸

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حج اور عیدِ قرباں

فلسفۂ قربانی اور ملحدین کے شکوک و شبہات

تحریکِ ختمِ نبوت آغاز سے کامیابی تک

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

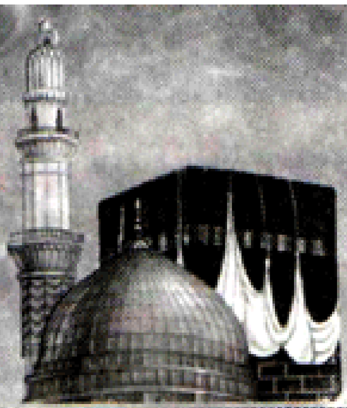

آپ کے مسائل

مولانا اعجاز مصطفیٰ

پے درپے حج وعمرہ کی فضیلت

ڈاکٹر محمد رضوان بیگ، کراچی

س:...... میں نے اپنی زندگی میں دو حج کئے ہیں اور الحمدللہ! تیسرے حج کی تیاریاں بھی مکمل ہیں، لیکن میرے کچھ دوست ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ حج صرف ایک مرتبہ فرض ہے، اس کے بعد جانے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں کسی اور کو حج کے لئے بھیج سکتے ہیں۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صرف ایک حج کیا تھا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ ان کی یہ بات کس حد تک درست ہے؟ اور فرض حج کے بعد نفلی حج کی کیا حیثیت ہے؟ نیز اگر کوئی شخص خود نفلی حج کرنے کے بجائے کسی اور کو حج پر بھیجنا چاہے تو اس کا ثواب زیادہ ہے یا خود نفلی حج کرنے کا ثواب زیادہ ہے؟ ازراہ کرم قرآن وسنت اور فقہ حنفیہ کی روشنی میں تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

ج:...... حج ایک اہم عبادت اور دینی فریضہ ہے جو ہر صاحب استطاعت مرد وعورت پر زندگی میں ایک مرتبہ ادا کرنا ضروری ہے۔ حج کی فضیلت واہمیت قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں بکثرت بیان ہوئی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

”قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ۔“ (مشکوٰۃ:۲۲۱)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حج مقبول (جس میں تمام احکام وآداب کی رعایت کی گئی ہو) کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔“

ایک دوسری حدیث میں ہے:

”قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج اللہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ۔“ (مشکوٰۃ:۲۲۱)

ترجمہ: ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کے لئے حج کرے، اس طرح کہ اس میں نہ کوئی فحش بات ہو اور نہ کوئی حکم عدولی ہو تو وہ حج سے ایسا واپس لوٹتا ہے جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔“

اور پھر شریعت میں حج وعمرہ کی کثرت کے ساتھ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

”قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تابعوا بین الحج والعمرۃ فانہما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید والذہب والفضۃ۔“ (مشکوٰۃ:۲۲۲)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج وعمرے پے درپے کیا کرو، کیونکہ یہ دونوں فقر اور محتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کردیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، چاندی اور سونے سے میل کچیل دور کردیتی ہے۔“

اس لئے نفلی حج وعمرہ کرنے میں بھی اتنا ہی اجر وثواب ہے کہ جتنا فرض حج میں ملتا ہے اور حج چونکہ نام ہی ہے مالی اور بدنی عبادت کا، یعنی اس میں بندہ اپنا مال بھی خرچ کرتا ہے اور اپنے اعضاء وجوارح بھی استعمال کرتا ہے۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ نے وسعت اور استطاعت دی ہو تو خود حج وعمرہ کرنا افضل ہے بجائے دوسرے سے کروانے کے، کیونکہ اس میں صرف مال خرچ کرنے کا ثواب حاصل ہوگا اور خود کرنے میں مال اور مشقت دونوں کا ثواب ملے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختم نبوت

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۳۳ — ۹ تا ۱۵ ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ مطابق یکم تا ۱۵/ اکتوبر ۲۰۱۴ء — شمارہ: ۳۷۔۳۸

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

حج مبرور کی علامت	۴	محمد اعجاز مصطفیٰ
حج اور عید قرباں	۷	مولانا سید محمد رابع حسن ندوی
امیر المومنین حضرت عثمان بن عفانؓ	۱۲	مولانا عمران اللہ قاسمی، انڈیا
عہد عثمانی میں خدمت قرآن	۱۵	مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی
فلسفہ قربانی اور ملحدین کے شکوک و شبہات	۱۷	مفتی محمد راشد ڈسکوی
حضرت قاری عبدالرحمن رائے پوری کی رحلت	۲۱	مولانا محمد سلیم طارق
تحریک ختم نبوت... آغاز سے کامیابی تک	۲۳	مسعود ساحر
حلقہ منظور کالونی میں جماعتی سرگرمیاں	۲۷	رپورٹ: مولانا امجد اسلام صدیقی

اعلان

عیدالاضحیٰ کی تعطیلات کی بنا پر شمارہ ۳۷ اور ۳۸ کو یکجا شائع کیا جارہا ہے۔
قارئین اور ایجنسی ہولڈرز حضرات نوٹ فرمالیں۔ ادارہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زر تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

محمد اعجاز مصطفیٰ

اداریہ

حج مبرور کی علامت!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

انسان ہو یا حیوان، شجر ہو یا حجر، جمادات ہوں یا نباتات، عبادات ہوں یا مطلق اعمال، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر ایک کی ہیئت، صورت اور ظاہری شکل بنائی ہے اور ہر ایک کا باطنی وجود و روح اس میں مقرر کی ہے۔ اور ان دونوں کے ملاپ سے چیز وجود میں آتی اور برقرار رہتی ہے۔ اگر ان میں سے ایک ہو اور دوسری نہ ہو تو وہ چیز نہ وجود میں آتی ہے اور نہ ہی اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے۔ مثلاً: عالم ارواح میں انسان کی روح تھی، لیکن جسم نہ تھا، اس لیے خالی روح کو کسی نے انسان نہیں کہا۔ عالم دنیا میں جب انسان بچہ کی صورت میں پیدا ہوا تو روح اور جسم سے مرکب تھا، لیکن انسانی وجود سے روح جیسے ہی خارج ہوئی تو اب وہ انسانی ڈھانچہ، میت یا لاش تو کہلایا، کسی نے اس کو کامل اور مکمل انسان نہیں کہا۔

یہی حال اعمال کا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان اعمال کی ایک ہیئت وصورت اور شکل بنائی ہے اور ایک اس میں روح رکھی ہے۔ مثلاً: نماز قیام، رکوع، سجود اور تشہد پر مشتمل ہے، یہ نماز کی ظاہری صورت اور شکل ہے اور مسلمان نماز صرف اپنے خالق ومالک اور اپنے معبود برحق کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی پڑھتا ہے، یہ اس کی روح اور حقیقت ہے۔ روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، علم حتیٰ کہ ایک ایک عمل میں یہی دونوں چیزیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں اور عمل کو مقبولیت کے درجہ تک پہنچاتی ہیں، جیسا کہ نماز کی ظاہری ہیئت وشکل کے بارہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''صلوا کما رأیتمونی أصلی۔'' (بخاری، ج:۲،ص:۸۸۸) .....''نماز اسی طرح ادا کرو جس طرح مجھے نماز پڑھتا دیکھتے ہو۔'' یعنی نماز پڑھنے کا طریقہ اور انداز بھی وہی ہونا چاہیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا اور اختیار کیا۔ اس طریقہ میں جان بوجھ کر تبدیلی کی گئی یا عدم توجہی اختیار کی گئی تو وہ نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا درجہ نہیں پاسکے گی، جیسا کہ ایک صحابی مسجد نبوی میں تشریف لائے اور اپنے انداز میں نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: ''ارجع فصل فانک لم تصل'' (بخاری، ج:۱،ص:۱۰۹)......''جاؤ! نماز پڑھو، تم نے صحیح طریقے سے نماز ادا نہیں کی۔'' گویا نماز کی شکل وصورت کا لحاظ ازحد ضروری ہے۔

اسی طرح نماز صرف اور صرف اپنے رب کی رضا کے حصول اور اس کی خوشنودی کے لیے پڑھنا چاہیے، اس میں ریا، دکھاوا اور کوئی غلط نیت نہیں ہونی چاہیے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''من صلی یرائی فقد أشرک'' (مشکوٰۃ،ص:۴۵۵)......''جس نے ریاکاری کے طور پر نماز ادا کی، اس نے شرک کیا'' اور دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اسے کہا جائے گا کہ جس کے لیے تم نے نماز پڑھی تھی، اس کا ثواب بھی اسی سے وصول کرو۔

اسی طرح حج کی بھی ایک ظاہری شکل ہے کہ حاجی محرم ہو، مرد ہے تو احرام کی علامت دو چادروں میں لپٹا ہو، زبان پر تلبیہ کا ترانہ، بیت اللہ کا طواف، حجر اسود کا استلام، طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پاس دوگانہ واجب الطواف، پھر استلام کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی اور دعائیں ہوں، آٹھ ذوالحجہ سے نو ذوالحجہ کی صبح تک منیٰ میں قیام اور پانچ نمازوں کی ادائیگی کا اہتمام ہو، نو ذوالحجہ زوال سے مغرب تک عرفات میں وقوف ہو، غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ کی طرف کوچ ہو، مغرب وعشاء کی نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنے کا دھیان اور فکر ہو۔ دس ذوالحجہ کی صبح کو سورج نکلنے سے پہلے منیٰ کی طرف روانگی، پھر جمرہ عقبہ کی رمی، قربانی، حلق، طواف زیارت، طواف وداع۔ یہ سب اعمال حج کی شکل اور صورت ہیں اور اس شکل وصورت کا ہر لحاظ سے خیال رکھنا ضروری ہے۔

اسی طرح ان افعال واعمال کو کرنا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے کیا ہے، انہیں ایام میں کرنا جو اس کے لیے مخصوص ہیں، اسی ترتیب

ے کرنا جس ترتیب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور انہی مقامات: بیت اللہ، صفا، مروہ، منیٰ، عرفات، مزدلفہ پر ان کو کرنا حج کہلاتا ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر انہیں مقامات اور انہیں ایام میں حج کے افعال واعمال کر کے بتلایا اور فرمایا تھا: ''لتاخذوا مناسککم۔'' (مشکوٰۃ، ص:۲۳۰)..... ''کہ مجھ سے حج کا طریقہ سیکھ لو۔''

اسی طرح حج کی ایک روح بھی ہے اور اس کی رعایت کرنا بھی انتہائی ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وللہ علی الناس حج البیت من استطاع إلیہ سبیلا ومن کفر فإن اللّٰہ غنی عن العالمین۔'' (آل عمران:۹۷)

ترجمہ: ''اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف چلنے کی اور جو نہ مانے تو پھر اللہ پرواہ نہیں رکھتا جہان کے لوگوں کی۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ أمہ۔'' (مشکوٰۃ، ص:۲۲۱)

ترجمہ: ''جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے حج کیا اور کوئی بے ہودگی اور گناہ کا کام نہیں کیا تو وہ اس دن کی طرح لوٹے گا جس دن اس کی ماں نے جنا۔''

اسی طرح جب حج کی ظاہری شکل وصورت کا بھی خیال رکھا جائے اور اس کی روح کو بھی اپنایا جائے تو ایسا حج 'حج مبرور' کہلاتا ہے، جس کا ثواب جنت ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''العمرۃ من العمرۃ کفارۃ لما بینہما والحج المبرور لیس لہ جزاء إلا الجنۃ''۔ (مشکوٰۃ، ص:۲۲۱)

یعنی ''عمرہ کے بعد عمرہ کرنا دونوں کے درمیان گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزاء جنت کے علاوہ کچھ نہیں۔''

یعنی حج مبرور کرنے والے کے صرف گناہ معاف نہیں ہوتے، بلکہ بلا حساب وکتاب اسے جنت کا داخلہ نصیب ہو جاتا ہے، اس لیے صحابہ کرامؓ جمرات کرتے ہوئے یہ دعائیں کرتے تھے: ''اللّٰہم اجعلہ حجًا مبرورًا وذنبًا مغفورًا''..... اے اللہ! ہمارے حج کو حج مبرور بنادے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے۔

حج مبرور کیسے بنے گا؟ اس کی کیا علامات ہیں؟ اس بارہ میں علمائے کرام کے کئی اقوال ہیں:

۱:..... حج مبرور وہ حج ہے جس میں حج کے مسائل اور اس کے مناسک پر پورے طور سے عمل ہوا ہو، مکمل طور پر اسے ادا کیا گیا ہو، یہ اسی وقت ہوگا جب حج کی ادائیگی شریعت اور سنت کی روشنی میں ہوگی، اپنی من مانی اور رخصتوں کو، گنجائشوں کو تلاش کر کے خلاف سنت نہ کیا گیا ہو، نہ دم اور صدقہ واجبہ سے تلافی کی گئی ہو، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ''الحج الذی وفیت أحکامہ ووقع موقعًا''۔ (فتح الباری، ج:۳، ص:۲۹۸)

۲:..... حج مبرور وہ حج ہے جس میں ریا اور شہرت نہ ہو، ''الذی لاریاء ولا سمعۃ فیہ'' (شرح لباب، ص:۲۹، مرعاۃ، ص:۹۶) یعنی حج میں یہ ذہن میں نہ ہو کہ لوگ جان لیں، تاکہ مجھ کو اچھا سمجھیں، لوگوں کو معلوم اور ظاہر ہو جائے کہ میں حج کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، لوگ میرے معتقد ہو جائیں۔ مجھے حاجی کہیں، اس سے آج کل عوام کا بچنا مشکل ہو رہا ہے۔ ایسی بات اختیار کرتے ہیں جس سے ریا اور شہرت کا اندازہ ہوتا ہے، لوگوں میں اعلان اشتہار ہوتا ہے۔ ایک بھیڑ جمع کی جاتی ہے۔ روانگی اور واپسی میں جشن منایا جاتا ہے۔ اسٹیج پر کرسی پر بیٹھ کر مجمع میں حج کے واقعات اور اپنا کارنامہ بیان کیا جاتا ہے، جس کا مقصد لوگوں میں تعریف حاصل کرنا ہوتا ہے، پس ایسا حج 'حج مبرور' کی صفت سے خالی ہے۔ روانگی کے وقت گھروں پر اور ائیر پورٹ پر جشن کی شکل دیکھئے، تب اندازہ ہوگا۔

۳:..... حج مبرور وہ ہے جو قبول ہو جائے: الحج المبرور المقبول۔ (فتح الباری، ج:۳، ص:۲۹۸) ظاہر ہے کہ حج میں مقبولیت کی شان اسی وقت پیدا ہوگی جب اس میں حرام یا ملا جلا مال یا مشتبہ مال نہ لگایا ہو، خالص اللہ کی رضا کے لیے کیا گیا ہو، تقویٰ، خوف خدا، شریعت اور سنت کے طریقہ پر کیا گیا ہو۔

۴:..... حج مبرور وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ شامل نہ ہو: ''الحج المبرور الذی لایخالطہ شیء من المآثم'' (عمدۃ، ج:۹، ص:۱۳۳، شرح

لباب،ص:۲۹)یعنی حج کے امور میں سے کوئی بات ایسی نہ ہوئی ہو،جس کی تلافی دم یا صدقہ واجبہ سے کی گئی ہو یا یہ کہ حج میں عام گناہ، جیسے بدنگاہی، بے پردگی، غیبت،ایذارسانی، جھگڑا،وغیرہ جو گناہ غفلت اور نفس کی وجہ سے ہوجاتے ہیں،وہ نہ ہوئے ہوں،یہ بھی بڑی ہمت اور عزیمت کی بات ہے۔عموماً عورتیں بے پردگی بہت کرتی ہیں،جس کی وجہ سے حج مبرور کی فضیلت سے محروم ہوجاتی ہیں۔

۵:......حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ حج کے بعد گناہوں سے بچتا ہو،گناہوں کا ارتکاب نہ ہوتا ہو،یعنی پہلے کے مقابلہ میں اس میں احتیاط پیدا ہوگئی ہو،چونکہ گناہ کی سزا مواخذہ اور مبرور کی جزاء جنت دونوں میں تضاد ہے:''الذی لایعقبه معصية۔''

۶:......حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ حج کے بعد اس کے حالات پہلے سے بہتر ہوگئے ہوں،تقویٰ اور نیکی کے امور میں زیادتی ہوگئی ہو۔(معارف، ص:۲۳۲)اعمال حسنہ اور ذکر وعبادت وغیرہ پہلے سے زائد ہورہے ہوں،آخرت کے اعمال میں زیادتی ہو:''من علامات القبول أنه إذا رجع يكون حاله خيرا ما كان''(معارف،ج:۲،ص:۲۳۲)

۷:......حج مبرور وہ ہے جس میں حج کے بعد دنیا سے زہد،بے پرواہی اور آخرت کی جانب رغبت ہو:''ان يرجع زاهدا في الدنيا راغبا في الآخرة''۔(القریٰ،ص:۳۳،شرح لباب،ص:۳۰)

پس جو حجاج کرام ان تمام باتوں کی رعایت کریں گے اور جن میں یہ باتیں پائی جائیں گی،وہ حج مبرور کے مستحق ہوں گے۔حجاج کرام کو چاہیے کہ وہ اپنے حج کو حج مبرور بنانے کی کوشش فرمائیں۔

حجاج کرام کے پیش نظر رہے کہ حج میں توحید اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا مظاہرہ ہے۔اس میں اپنے نفس اور خواہش کو بالکل آڑے نہ آنے دیں۔اسی طرح سفر حج سفر آخرت کا نمونہ بھی ہے،جیسے مرنے والا کفن میں لپٹا ہوا بے یارومددگار پڑا ہوتا ہے اور دوسروں کے رحم وکرم پر ہوتا ہے،اسی طرح حاجی کو بھی چاہیے کہ احرام پہن لینے کے بعد اب اپنی مرضی،اپنی چاہت سب کچھ ختم کرکے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہوجائے۔

حاجی کو سوچنا چاہیے کہ جن مقامات مقدسہ میں جارہا ہے،یہ وہ تمام مقامات ہیں جہاں انبیاء کرام،صحابہ کرامؓ،اولیائے عظامؒ،علماء،صلحاء،اتقیاء اور بزرگان دین تشریف لائے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت بیکراں اور فیوض غیر متناہیہ کا افاضہ ہوا تھا،امید ہے کہ جب حاجی ان کا اتباع کرے گا اور ان افعال کو ٹھیک ٹھیک ادا کرے گا تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوگا۔

حج ایک امتحان بھی ہے،جو سچے عاشق ہوتے ہیں وہ تکالیف اور مصائب کی پرواہ نہیں کرتے،وہ سب کچھ اپنے محبوب کی رضا اور خوشنودی کے لیے برداشت کرتے ہیں۔

حجاج کرام کو چاہیے کہ وہ نیت کریں کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی اور خوشنودی کے لیے ہی حج کررہا ہوں۔ریا،نمود ونمائش اور شہرت میرا مطلوب ومقصود نہیں اور نہ ہی حج کے نام پر سیر وسیاحت،تفریح اور آب وہوا کی تبدیلی کے لیے حج کا سفر اختیار کیا ہے۔

علمائے کرام اور بزرگان دین نے حجاج کرام کے لیے جو نصائح اور ہدایات تلقین کی ہیں،مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً انہیں یہاں نقل کردیا جائے:

''۱:......آدمی کو چاہیے کہ روانگی سے قبل اپنے ملنے والوں سے معافی تلافی کرالے،تاکہ اگر سفر میں موت آجائے تو معاملہ صاف ہو۔

۲:......روانگی سے قبل دو رکعت نفل ادا کرے اور دل میں تصور ہو کہ یہ نماز استغفار پڑھ رہا ہوں۔

۳:......پھر نفل ادا کرنے کے بعد مراقبہ کرے،آنکھ بند کرکے دل میں سن بلوغ سے آج تک گناہوں کا تصور کرے اور ساتھ ہی اپنی ذلت،رسوائی اور اللہ کی عزت وعظمت کا تصور کرے،پھر اپنے گناہوں پر پشیمانی کا تصور کرے،پھر دعا مانگے کہ کہ یا اللہ!میں آئندہ کوئی گناہ نہ کروں گا،اب مجھے بخش دے،مگر دو رکعت نفل کے بعد مراقبہ سے قبل تین بار''استغفر الله ربي من كل ذنب وأتوب إليه''پڑھ لے۔

(باقی صفحہ۲۶پر)

حج اور عید قرباں!

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

اسلام کی بنیادی عبادتوں کی چار قسمیں ہیں، ان میں سے ایک عبادت حج کی ادائیگی ہے، جو صرف ان پر فرض ہے جو اس کے لئے سفر اور ادائیگی کی استطاعت رکھتے ہوں، حج مکہ مکرمہ جاکر انجام دیا جاتا ہے، اس میں پانچ روز صرف ہوتے ہیں، اس میں مسلمانوں کو اپنے رب واحد کے سامنے اطاعت و فدائیت کا عملی ظاہر کرنا ہوتا ہے، جس کا اعلیٰ نمونہ رب العالمین کے برگزیدہ نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل کی نقل کی صورت میں ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندہ اور موقر نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فدائیت کا وہ نمونہ ایمان والوں کے لئے بڑا سبق ہے، ایمان والوں کو بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے رب کی محبت و اطاعت اور اس کی رضا طلبی کا اظہار اس نمونہ کو سامنے رکھتے ہوئے کریں۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت الٰہی اور محبت الٰہی کی عظیم ترین مثالوں کی صورت میں بیان کی ہے اور اس کو قیامت تک ایمان والوں کے لئے یادگاری اور مثالی نمونہ بنادیا گیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے لئے مختلف انداز کی تین زبردست قربانیوں کا ثبوت دیا، جس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ماحول شرک میں ڈوبا ہوا تھا اور ان کی قوم کھلا ہوا شرک کررہی تھی، ان کے باپ تو شرکیہ عمل کے خاص پجاری تھے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فطری شعور اور سمجھ نے ان کے ماحول اور گھر کے شرکیہ عمل کو قبول نہیں کیا اور انہوں نے اپنے غور و سمجھ سے یہ نتیجہ نکالا کہ شرک کا عمل عقل کے مطابق نہیں ہے، ان کی قوم کا شرک ستارہ پرستی تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی حیثیت اور حقیقت پر غور کیا، پھر چاند پر غور کیا، پھر سورج پر غور کیا، سب کو ان سے بڑے کسی قدرت والے کا پابند محسوس کیا کہ جب وہ پابند ہیں تو وہ اپنے سے کسی بڑے قدرت والے کے برابر کیسے ہوسکتے ہیں، اسی طرح انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اعلیٰ ترین قوت ان سے اوپر ہے اور ان کو چلانے والی ہے، اس طرح وہ خدائے واحد تک پہنچے۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر اس طرح ہے:

”(وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو؟ بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں (مبتلا) دیکھتا ہوں اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو دکھادی آسمانوں اور زمین کی حکومت تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہوجائیں، تو یوں ہوا کہ جب رات ابراہیم علیہ السلام پر چھاگئی، انہوں نے ایک تارے کو دیکھا، بولے: یہی میرا پروردگار ہے، لیکن جب وہ غروب ہوگیا تو بولے: میں غروب ہوجانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ پھر جب چاند کو دیکھا چمکتے ہوئے تو بولے: یہی میرا پروردگار ہے، لیکن جب وہ (بھی) غروب ہوگیا تو بولے کہ اگر میرا پروردگار مجھے ہدایت نہ کرتا رہے تو میں بھی گمراہ لوگوں میں سے ہوجاؤں۔ پھر جب سورج کو چمکتے ہوئے دیکھا تو بولے: یہی میرا پروردگار ہے، یہی سب سے بڑا ہے، لیکن جب وہ بھی غروب ہوگیا تو بولے: اے لوگو! میں اس شرک سے بری اور (بیزار) ہوں جو تم کیا کرتے ہو یقیناً میں نے تو اپنا رخ یکسو ہوکر اس کی طرف کرلیا ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں اور ان کی قوم ان سے لگی جھگڑنے، وہ بولے کہ کیا یہ جھگڑا مجھ سے اللہ کے باب میں کرتے ہو؟ درآنحالیکہ وہ مجھے ہدایت کرچکا ہے، میں ان سے نہیں ڈرتا، جنہیں تم (اللہ) کا شریک ٹھہرا رہے ہو، ہاں البتہ اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے، میرا پروردگار ہر چیز کو علم سے گھیرے ہوئے ہے، تو کیا تم خیال نہیں کرتے؟ اور میں اس سے کیوں ڈرنے لگا جس کو تم نے شریک ٹھہرا رکھا ہے، درآنحالیکہ تم اس سے ڈرتے نہیں کہ تم نے اللہ کا شریک ٹھہرایا ہے جن کے باب میں اس نے تم پر کوئی دلیل نہیں اتاری ہے، سو دونوں گروہوں میں سے امن کا زیادہ حقدار کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو، جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے مخلوط نہیں کیا، ایسوں ہی کے لئے تو امن ہے اور وہی ہدایت یاب ہیں، یہ تھی ہماری دلیل جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کے مقابلہ پر دی تھی، ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں، بے شک آپ کا پروردگار بڑا حکمت والا ہے بڑا علم والا ہے۔“

(الانعام:۷۴تا۸۳)

اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ

تعالیٰ نے بڑا اونچا مقام عطا کیا اور ان کو اپنا ''خلیل'' بنایا: ''واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا'' (النساء:۱۲۵) اور ان کو یہ اونچا مقام سب سے بڑے اور ساری کائنات کے بڑے اور خالق اور رب واحد پر یقین اور صرف اسی کی عبادت کو ضروری سمجھنے سے حاصل ہوا اور انہوں نے اپنی قوم کو اس کی دعوت دی اور ایسی ہمت اور عزیمت سے کام لیا کہ ایمان و یقین کے زبردست امتحان سے گزرنا پڑا اور زبردست قربانیاں دینی پڑیں۔

پہلی قربانی تو انہوں نے اس وقت دی جب انہوں نے اپنی بت پرست قوم کو توحید کی طرف بلایا، ان کی قوم حتیٰ کہ باپ نے بھی سخت رویہ اختیار کیا اور نہایت سختی کے ساتھ دھمکی دی کہ وہ اپنی توحید کی دعوت پر قائم رہے تو انہیں دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا، وہ اس کو بھی برداشت کرنے پر تیار ہوگئے، لیکن اپنی دعوت توحید سے نہیں ہٹے اور آگ میں جلنے کے لئے بھی تیار ہوگئے، چنانچہ وہ آگ میں ڈالے گئے اور انہوں نے اس طرح اپنی جان کی قربانی کو قبول کیا، اللہ نے ان کی اس ہمت اور قربانی کی بناپر ان کو اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ جلنے سے بچادیا کہ ان کے آگ میں جانے پر اس کی جلانے کی طاقت کو روک دیا اور اس طرح آگ میں ڈالے جانے کے باوجود جلنے سے محفوظ رہے، لیکن وہ جو کرسکتے تھے انہوں نے وہ کردیا تھا کہ جلنے کے لئے تیار ہوکر آگ میں داخل ہوگئے تھے۔ قرآن کریم نے ان کے اس عمل کو اس طرح بیان کیا:

''اور بالیقین ہم (اس سے بھی) پہلے ابراہیم کو فہم سلیم عطا کرچکے تھے اور ہم ان کو خوب جانتے تھے (وہ وقت یاد کرو) جب انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم والوں سے کہا: یہ کیا (واہیات خرافات) مورتیں ہیں؟ جن پر تم جمے بیٹھے ہو، وہ بولے: ہم نے تو اپنے باپ (دادوں) کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے (ابراہیم نے) کہا: یقیناً صریح گمراہی میں مبتلا رہے تم بھی اور تمہارے باپ (دادا) بھی، وہ بولے: کیا تم سنجیدگی سے ہمارے سامنے پیش کررہے ہو یا دل لگی کررہے ہو؟ ابراہیم نے کہا: ارے دل لگی، تمہارا پروردگار تو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے جس نے ان (سب) کو پیدا کیا اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں اور بخدا میں تمہارے بتوں کی گت بنا ڈالوں گا جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤگے، چنانچہ آپ نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے ہی کرڈالا، بجز ان کے بڑے (بت) کے تاکہ وہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں، وہ لوگ (آکر) بولے یہ (حرکت) کس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ کی؟ بے شک اس نے تو بڑا ہی غضب کردیا، (بعض ان میں سے) بولے کہ ہم نے تو ایک نوجوان کو جسے ابراہیم کہا جاتا ہے ان کا ذکر برائی سے کرتے سنا تھا، وہ (لوگ) بولے تو پھر اس کو سب لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ دیکھیں، وہ بولے کہ ارے تم ہی وہ ہو جس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے، اے ابراہیم؟ (آپ نے) کہا: کہیں اس نے نہ کیا ہو ان کے اسی بڑے نے، سو انہی سے پوچھ دیکھو اگر یہ بولتے ہوں، اس پر وہ لوگ اپنے جی میں سوچنے لگے، پھر بول اٹھے بیشک تم ہی (سرتاسر) ناحق پر ہو، پھر اپنے سروں کو جھکا لیا (اے ابراہیم) تمہیں تو خوب معلوم ہے کہ یہ کچھ بولتے نہیں، (آپ نے) کہا تو کیا تم اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع پہنچاسکیں اور نہ تمہیں نقصان ہی پہنچاسکیں، تف ہے تم پر بھی اور ان پر بھی جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، تو تم کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے؟ (وہ لوگ) بولے اس شخص کو تو جلادو اور اپنے معبودوں کا بدلہ لے لو، اگر تمہیں کچھ کرنا ہے، ہم نے حکم دیا: اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہوجا ابراہیم کے حق میں اور (لوگوں) نے ان کے ساتھ برائی کرنا چاہی تھی سو ہم نے ان ہی (لوگوں) کو ناکام کردیا۔'' (الانبیاء:۵۱تا۷۰)

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے ایمان و اطاعت الٰہی کے سلسلہ کا پہلا زبردست امتحان تھا جس میں انہوں نے کامیابی حاصل کی۔

پھر کچھ مدت بعد اللہ نے ان کے ایمان اور اطاعت الٰہی کا دوسرا امتحان لیا اور وہ اس طرح کہ جب ان کی بڑی عمر اور انتظار کے بعد بچہ پیدا ہوا اور وہ بہت خوبصورت اور پیارا بچہ تھا، اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ تھا کہ وہ اس کو ہر وقت اپنے پاس رکھتے اور دیکھتے اور خوش ہوتے لیکن اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ اس بچہ کو اور اس کی ماں کو ایسی جگہ لے جاکر چھوڑ آئیں جہاں نہ پانی ہے، نہ کھانا، نہ سبزہ ہے، نہ درخت، نہ آدم ہے نہ آدم زاد اور اپنی جگہ سے سینکڑوں میل دور جگہ پر۔ حضرت ابراہیم اپنے پروردگار کی یہ مرضی جان کر اس قربانی کے لئے بھی تیار ہوگئے اور جتنی زادراہ اور غذا لے جاسکتے تھے اس کو ساتھ لیا اور اپنی بیوی اور ان سے پیدا ہوئے شیرخوار بچہ کو لے جاکر جزیرہ کے مقام میں جہاں صحرائی حالت تھی، لیکن اللہ رب العالمین کی نظر میں وہ پسندیدہ جگہ تھی، بکہ اور مکہ کے نام سے موسوم تھی، اس کی بے آب وگیاہ اور غیرآباد وادی میں چھوڑ آئے، چھوڑ کر واپس جانے لگے تو ان کی اہلیہ، بچہ کی ماں حضرت ہاجرہ نے پوچھا: آپ ہم کو یہاں کس کے بھروسہ چھوڑے جارہے ہیں؟ انہوں نے کہا: اللہ کا یہی حکم ہے، میں اس کے بھروسہ پر تمہیں یہاں چھوڑ کر جارہا ہوں، اس طرح انہوں نے

بیوی اور بچہ کو خطرہ میں ڈال کر چلے آنے کی قربانی بھی دے دی، بچہ اور محبوب بیوی کی قربانی، اپنی جان کی قربانی ہی کی طرح تھی، انہوں نے یہ قربانی دے دی اور اللہ کے حکم پر بیوی کو اور بیٹے کو دنیاوی لحاظ سے بے یار و مددگار بلکہ خشک اور بے سروسامانی کی جگہ چھوڑ آئے، جہاں بظاہر زندہ رہنا مشکل تھا، دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہوگا کہ یہ بچہ جو بڑی تمناؤں کے بعد پیدا ہوا اور یہ بیوی جس کے بطن سے یہ پیدا ہوا، اب اس کا کیا ہوگا، یہاں نہ کھانا باقی رہے گا اور نہ پانی ملے گا، بہرحال اپنے رب کی مرضی پر سب قربان ہے، چنانچہ ساتھ میں جو کھانا پانی تھا وہ ان کی بیوی اور بچہ کے لئے چند دن کام آیا، پھر جب وہ زادِراہ ختم ہوگیا اور پانی بھی نہ رہا، بچہ پیاسا ہوا اور پانی نہ ملنے پر جاں بلب ہوگیا تو ان کی ماں پریشان ہو کر پانی کی تلاش میں قریب کی پہاڑیوں صفا و مروہ پر چڑھ کر دور دور نظر ڈالتی تھیں کہ کہیں پانی ہونے کی علامت نظر آئے، تو وہاں جا کر پانی لے آئیں، لیکن وہاں پانی کہاں تھا جو نظر آتا، اس طرح اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کا امتحان لے لیا اور جب وہ بھی اپنے رب کی مرضی پر راضی رہیں ان کو اس امتحان میں کامیابی کی سعادت ملی، جب وہ خوب پریشان ہوئیں اور اپنے رب کی مرضی پر راضی رہیں تو اللہ کی طرف سے خصوصی مدد آئی، اللہ کے حکم سے حضرت جبرئیل آئے انہوں نے بچہ کے قریب اللہ کے حکم سے اپنے پیر سے دھکا مارا جس سے گڑھا بن گیا اور اس سے پانی جاری ہوگیا جو زمزم کہلایا، پانی کا چشمہ حاصل ہو جانے سے ان کے زندہ رہنے کا انتظام ہوگیا، پھر اللہ رب العزت کا مزید یہ کرم ہوا کہ یمن کا ایک قافلہ وہاں قریب سے گزر رہا تھا وہ بھی پانی کی جگہ کی تلاش میں تھا، ان کے کچھ افراد نے پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھا، اس سے اندازہ لگایا کہ قریب میں پانی کی کوئی جگہ ضرور ہوگی، لہٰذا وہ اس کی تلاش میں ادھر آئے اور پانی دیکھا اور وہاں حضرت ہاجرہ اور بچہ کو دیکھا، انہوں نے حضرت ہاجرہ سے اجازت طلب کر کے پانی استعمال کیا، پھر اجازت لے کر وہیں قیام پذیر ہوگئے، اس طرح ایک چھوٹی آبادی بن گئی، پھر بعد میں جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہوئے تو اسی قبیلہ جرہم کی ایک خاتون سے ان کی شادی ہوئی اور اولاد کا سلسلہ شروع ہوا، اس طرح یہاں باقاعدہ آبادی ہوگئی اور ان لوگوں نے اللہ کے فضل سے کھانے پینے کی ضرورت کے لئے قابل عمل طریقے نکال لئے، پانی زمزم سے ملتا تھا اور کھانے کے لئے جو قابل عمل ہوتا اس پر عمل کیا جاتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بھی تھی، اس کے اثر سے اللہ کی مدد بھی پہنچتی رہی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دریافت حال کے لئے کچھ کچھ مدت کے بعد آتے اور اس چھوٹی آبادی کی بقا اور ان کی اطاعت الٰہی وعبادت الٰہی جاری رہنے کی دعا کرتے:

"اور (وہ وقت) یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجئے اور اے میرے پروردگار! ان (مورتیوں) نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا ہے، سو جو کوئی میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے اور جو کوئی میری نافرمانی کرے تب تو بڑا مغفرت والا ہے، بڑی رحمت والا ہے، اے میرے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد کو ایک بے زراعت میدان میں آباد کر دیا ہے، تیرے معظم گھر کے قریب (یہ اس لئے) اے ہمارے پروردگار کہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں، سو تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کھانے کو پھل دیجئے جس سے شکر گزار رہیں۔" (الابراہیم: ۳۵ تا ۳۷)

آہستہ آہستہ حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہوئے اور اچھے اور سعادت مند نوجوان بنے، اپنے والدین کی خدمت اور ان کی تابعداری اور فرمانبرداری میں بھی امتیازی شان اختیار کی، ان کے والدین اپنے اس لائق بیٹے کو دیکھتے کہ خوبصورت اور سعادت مند و فرمانبردار لڑکا ہے تو ان کی محبتوں میں اضافہ ہوتا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب سعادت مند نوجوان کی حد کو پہنچے تو اچانک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مرتبہ خواب میں یہ دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو اپنے رب کی رضا طلبی میں ذبح کر رہے ہیں، ایک بار دو بار اور تیسری بار بھی یہی دیکھا، وہ جانتے تھے کہ نبی کا خواب سچا ہوتا ہے، لہٰذا اس کو اللہ کا حکم سمجھا اور اپنے دل کو اس حکم پر عمل کرنے کے لئے تیار کر لیا، انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ خواب سنایا، نیک اور فرمانبردار بیٹا خدا کا حکم سمجھ کر اس قربانی کے لئے تیار ہوگیا اور کہا: اباجان! آپ کو جو حکم دیا گیا، آپ اس کی تعمیل کیجئے، میں تیار ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو لے کر گئے اور منیٰ میں ایک جگہ ان کو لٹا کر اپنی آنکھ پر پٹی باندھ کر تاکہ یہ دلدوز منظر کھلی آنکھوں سے نہ دیکھیں کہ کہیں دل پگھل جائے اور اپنے رب کی مرضی پر عمل کرنے میں کوتاہی ہو جائے، ذبح کرنے لگے، اللہ نے باپ بیٹے کی اس آخری حد تک کی جانے والی تابعداری دیکھ کر اس کو کافی قرار دیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا، وہ ایک مینڈھا لے کر پہنچے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ہٹا کر مینڈھا رکھ دیا، اس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بجائے اس مینڈھے کی قربانی ہوئی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بچا لئے گئے جبکہ دونوں نے اپنے دل اور ارادہ کے لحاظ سے قربانی پوری کر دی تھی، اللہ کو حضرت ابراہیم، ان کی اہلیہ اور بیٹے حضرت اسماعیل علیہم السلام تینوں افراد خاندان کی اپنے رب کی مرضی کے تحت یہ قربانیاں ایسی پسند آئیں کہ ان قربانیوں کو

یادگار بنادیا۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیٹے کے لئے دعا، پھر بیٹا ملنے پر اس کی قربانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

”(ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ) اے میرے پروردگار! مجھے ایک صالح (فرزند) دے، سو ہم نے انہیں ایک حلیم المزاج لڑکے کی بشارت دی، سو جب وہ لڑکا چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تو انہوں نے کہا: بیٹا! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کررہا ہوں، سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ بولے: ابا جان! آپ کر ڈالیئے جو کچھ آپ کو حکم ملا ہے، آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے، پھر جب دونوں نے حکم تسلیم کرلیا اور (باپ نے بیٹے کو) کروٹ پر لٹادیا اور ہم نے انہیں آواز دی کہ اے ابراہیم! تم نے خواب کو خوب سچ کردکھایا (وہ وقت بھی عجیب تھا) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں، بیشک یہ تھا بھی کھلا ہوا امتحان اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی کہ ابراہیم پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں، بیشک وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں تھے۔“

(الصافات:۱۰۰،۱۱۱)

یہ تھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ کے لئے آخری درجہ کی تین قربانیاں، آگ میں جانا قبول کیا، اپنی بیوی بچہ کو اللہ کے حکم سے صحراء میں چھوڑ آئے، تیسرے اپنے بیٹے کو اللہ کے حکم پر ذبح کے لئے پیش کردیا، اس نتیجہ میں اللہ کی طرف سے ان کی ان قربانیوں کو یادگار بنادیا گیا کہ قیامت تک ایمان اور اپنے رب کی رضا کے طالب اس کی کم از کم ظاہری شکل میں نقل کریں۔ چنانچہ حاجی ان قربانیوں کی ظاہری نقل کرتا ہے، مکہ جو کہ بھی کہلایا وہ جگہ رہی ہے جس میں اللہ رب العزت کی عبادت کے لئے سب سے پہلا گھر تیار کیا گیا، کعبہ کا طواف جو حضرت اسماعیل کی والدہ کی اپنے بچہ کی سانس بچانے کے لئے سامنے کی دو پہاڑیوں صفا و مروہ پر بار بار چڑھ کر پانی کی کوئی جگہ معلوم کرنا اور حضرت اسماعیل کی قربانی کی نقل میں اپنی پسند کے جانور کی قربانی کرکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو زندہ کرتا ہے اور کعبہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا وہ پہلا گھر ہے جس کو اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر پہنچنے پر مکہ کی زمین پر قائم کیا تھا جو بعد میں مرور زمانہ سے زمین میں پوشیدہ ہوگیا، پھر اسی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بڑے ہوجانے پر ان کے ساتھ مل کر اس گھر کی تعمیر کی، وہ گھر اور اس کے پاس خاندان ابراہیمی کی قربانیاں وہاں کی ان متعدد خوبیوں کی بنا پر اللہ نے اپنا یہ فیصلہ فرمایا کہ ہم اس جگہ کو دنیا کی مرکزی جگہ بنائیں گے اور یہاں رہنے والوں کو ہم ہر طرح کے پھل اور میوے دیں گے، لوگ یہاں پیدل آئیں گے، سوار آئیں گے، فوج در فوج آئیں گے، دنیا کے کونوں سے آئیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہوا کہ اس وقت سے برابر حاجی دنیا بھر سے وہاں تکلیفیں اٹھا کر آتے ہیں، اپنی خواہشات کو قربان کرکے اللہ کی رضا کو حاصل کرتے ہیں:

”اور (وہ وقت یاد لایئے) جب ہم نے ابراہیم کو بیت اللہ کی جگہ بتادی اور (حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو پاک رکھنا طواف کرنے والوں کے لئے اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو، لوگ تمہارے پاس پیدل بھی آئیں گے اور دبلی اونٹنیوں پر بھی، جو دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی تاکہ اپنے فوائد کے لئے آموجود ہوں اور تاکہ ایام معلوم میں اللہ کا نام لیں ان مویشی چوپائیوں پر جو اللہ نے ان کو عطا کئے ہیں، سو تم بھی اس میں کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ، پھر لوگوں کو چاہئے کہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنے واجبات کو پورا کریں اور چاہئے کہ اس قدیم گھر کا طواف کریں، یہ بات ہوچکی اور جو کوئی بھی اللہ کے محترم احکام کا ادب کرے گا سو یہ اس کے حق میں اس کے پروردگار کے پاس بہتر ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے حلال کردیئے ہیں تمہارے لئے چوپائے بجز ان کے جو تم کو پڑھ کر بتادیئے گئے، سو تم بچتے رہو بتوں کی گندگی سے اور بچے رہو جھوٹی بات سے اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو جیسے وہ گر پڑا آسمان سے پھر پرندوں نے اسے نوچ ڈالا یا اس کو ہوا نے کسی دور دراز جگہ جا پٹکا، یہ بات ہوچکی اور جو کوئی (دین) خدا کی یادگاروں کا ادب رکھے گا سو یہ (ادب) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے، تمہارے لئے ان سے فوائد حاصل کرنے جائز ہیں ایک مدت معین تک، پھر اس کے ذبح کا موقع بیت عتیق کے قریب ہے اور ہم نے ہر ایک امت کے لئے قربانی رکھ دی تھی تاکہ وہ لوگ اللہ کا نام ان مویشی چوپائیوں پر لیں جو اس نے ان کو عطا کر رکھے ہیں، سو تمہارا خدا تو خدائے واحد ہے تم بس اسی کے آگے جھکو اور آپ خوشخبری سنادیجئے گردن جھکانے والوں کو۔“ (الحج:۲۶تا۳۴)

حاجی وہاں عبادت کرتے ہوئے تلبیہ کے ذریعہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ: اے اللہ ہم حاضر ہیں، اے اللہ ہم حاضر ہیں تو وحدہٗ لاشریک ہے:

”لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد ونعمة

لک والملک لاشریک لک۔"

یہ ہے حج کا فریضہ، اللہ تعالیٰ کے ایک مطیع و فرمانبردار بندے اور برگزیدہ پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت وعبادت کی یادگار، اس سب کو نظر میں رکھتے ہوئے ہر مسلمان کے سامنے یہ بات ہوتی ہے کہ مکہ اور کعبہ میں حاضری اپنے بدن کے پسندیدہ کپڑوں کو چھوڑ کر کفن جیسا لباس اوڑھ کر حاضر ہوں، اے رب العالمین حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، سب تعریف تیرے لئے ہے اور سب نعمت اور سب بادشاہی تیری ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں کی ایک طرح کی نقل ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے اور بیوی کی قربانیاں آخری درجہ کی تھیں جو کہ ہر ایک نہیں کر سکتا، لیکن حضرت ابراہیم کی قربانیوں میں اللہ کی رضا طلبی کا جو جذبہ تھا کم از کم وہ اس جذبہ کی ظاہری نقل کر سکتا ہے، انہوں نے اپنے دل و جان سے قربانی دی، جو ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے، البتہ اس کی ظاہری نقل اپنے نفس کی قربانی، خواہشات کی قربانی، جان و مال کی قربانی کی یادگار ہے، جو ہر سال مکہ میں ظاہری شکل میں عمل میں لائی جاتی ہے اور اس کی ادائیگی کا حکم ان لوگوں کو ہے جو وہاں حاضری کی استطاعت رکھتے ہوں اور عمر بھر میں کم از کم ایک مرتبہ ایسا کرنے کا حکم ہے، یہ اسلام کی چار بنیادی عبادتوں میں سے ایک عبادت ہے، اس سے دین و ایمان میں ترقی ہوتی ہے، اس کا مقصود اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے، یہی حج کا مقصد ہے، یہی حج کا پیغام ہے اور اللہ نے یہ صرف استطاعت والوں پر فرض کیا ہے، جس کے پاس بدنی و مالی طاقت ہو اسی کے لئے ضروری ہے تاکہ تاقیامت مومن حضرات اپنی زندگی میں اپنے رب کے لئے جان و مال کی قربانی کا اسی طرح کا جذبہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے رہیں تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم قربانیوں کے جذبہ کی نقل ہوتی رہے اور یہ سنت سب کے دلوں میں زندہ رہے:

"آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے سچ بات فرمادی ہے تو تم سیدھی راہ والے ابراہیم کے دین کی پیروی کرو اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لئے وضع کیا گیا وہ وہ ہے جو مکہ میں (سب کے لئے) برکت والا اور سارے جہان کے لئے راہنما ہے اس میں کھلے ہوئے نشان ہیں (ان میں سے ایک) مقام ابراہیم ہے اور جو کوئی اس میں داخل ہو جاتا ہے وہ امن سے ہو جاتا ہے اور لوگوں کے ذمہ ہے حج کرنا اللہ کے لئے اس مکان کا (یعنی) اس شخص کے ذمہ جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔" (آل عمران: ۹۵ تا ۹۷)

عیدالاضحیٰ:

عیدالاضحیٰ اسی عبادت کی انجام دہی کی خوشی میں یوم تشکر کے طور پر عطا ہوئی اور رمضان المبارک کے روزوں کی انجام دہی کے شکر کے طور پر ملنے والے دن عیدالفطر کے دو ماہ دس دن بعد آتی ہے، عید الفطر ایک ماہ مسلسل کھانے پینے اور اپنی مرضیوں اور خواہشوں کو اللہ کی رضا کے لئے کنٹرول کرنے کا عمل پورا کرنے کی خوشی میں ہوتی ہے اور عیدالاضحیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی اور جاں سپاری کی یادوں کی سوغات لاتی ہے جو ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور میں پیش کی تھی اور جو قربانی اور جاں نثاری کی شاندار مثال ہے، انہوں نے اللہ کی رضا کے لئے انتہائی قربانی کئی پہلوؤں سے دی تھی، اپنی جان کی، محبت کی، بیوی کی محبت اور اپنے شیر خوار بچے کی محبت کی، اولاً اپنا محبوب وطن چھوڑا، پھر اپنے دو محبوب تعلق والوں یعنی بیوی اور اکلوتے بیٹے کو محض اپنے رب کے حکم کی بجاآوری میں ایک دور کے بے آب و گیاہ صحراء میں لے جاکر چھوڑا اور جب ان سے اس کی بابت پوچھا گیا تو جواب دیا کہ اللہ کا حکم یہی ہے اور یہ اس کے حکم کی تعمیل میں ہے پھر سعادت مند نوجوان بیٹے کی گردن پر اپنی استطاعت کی حد تک چھری رکھ دی۔ ان کی ان عظیم قربانیوں کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور قیامت تک کے لئے اس کو زندہ جاوید اور یادگار بنادیا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اس قربانی کو ہمیشہ یاد رکھیں اور اپنے آخری اور تاقیامت قابل اتباع قرار دیئے جانے والے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا:

"ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراھیم حنیفاً وما کان من المشرکین۔" (النحل:۱۲۳)

ترجمہ: "پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم کے طریقہ پر چلئے جو کہ بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔"

اور قربانیوں کی ظاہری نقل کو عبادت بنادیا کہ ایمان اور فرمانبرداری والے سب ہر سال اس کی یاد منائیں اور اس کی قدر شناسی کے اظہار کا اہتمام کریں اور اس سے مشابہت رکھنے والی قربانی پیش کرکے ہمہ وقت اس قربانی کو اپنے ذہن و دماغ میں مستحضر رکھیں اور اس عظیم المرتبت انسانی شخصیت کے ساتھ اپنے تعلق و انتساب پر اللہ کا شکر ادا کریں، اس طرح یہ دن رب العالمین کے سامنے اپنی عبدیت اور بندگی کے اظہار اور اس میں اپنی کامیابی پر خوشی منانے کا دن ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے اس آسمانی صحیفہ قرآن کریم میں تفصیل سے ملتا ہے۔

☆☆..........☆☆

فضائل و مناقب

جامع القرآن سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

شرم وحیا کے پیکر، جامع القرآن، سبب بیعت رضوان، داماد نبی، مشیر صدیقؓ و فاروقؓ رفیق علی مرتضیٰؓ، سرتاج سیدہ رقیہؓ و سیّدہ ام کلثومؓ، امام مظلوم، شہید وفا، اسلام کا مایہ ناز سپوت، شاہراہ خلافت کی ایک روشن قندیل جو ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو شہادت کے لہو سے مسافرین حیات مشعل اسلام کو ہمیشہ کے لئے روشن کر گئی۔

مولانا عمران اللہ قاسمی، شاہی مراد آباد

قبول اسلام کے بعد:

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، آپ حضرت ابوبکرؓ کی رہنمائی کی بدولت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دارالارقم میں داخل ہونے سے قبل اسلام لا چکے تھے۔

جیسے ہی حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خبر ان کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ کو ملی اس نے آپ کو گرفتار کرلیا اور رسی سے باندھ دیا اور کہا کہ تم اپنے باپ دادا کے دین سے نئے دین کی طرف پھرتے ہو واللہ تمہیں کبھی نہ کھولوں گا تاوقتیکہ تم اس دین کو ترک نہ کردو، جس کو تم نے ابھی اختیار کیا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا:

"واللہ میں اسے کبھی ترک نہ کروں گا اور اس سے ذرہ برابر بھی نہ ہٹوں گا، جب ان کے چچا نے دین اسلام پر ان کی اس قدر سختی اور مضبوطی دیکھی تو عاجز ہوکر آپ کو رہا کردیا۔"

(طبقات ابن سعد: ۳/۱۵۷)

جب مکہ میں کفار نے مسلمانوں کی ایذا رسانی پر کمر باندھی اور حد سے تجاوز کرنے لگے تو فرمان نبوی کے بموجب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا (جو آپ کی زوجہ تھیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از بعثت ہی آپ کے ہمراہ ان کا نکاح کردیا تھا) کو ہمراہ لے کر ملک حبشہ ہجرت کر گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق سے فرمایا:

"عثمان پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد مع اپنے اہل وعیال کے ہجرت کی۔"

پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی فی الفور ہجرت کرکے مدینہ پہنچ گئے، اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالہجرتین بھی کہا جاتا ہے۔ (طبقات ابن سعد: ۳/۱۵۷)

ذوالنورین کا لقب:

سیدنا حضرت عثمانؓ وہ خوش بخت شخصیت ہیں جن کے نکاح میں یکے بعد دیگرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں۔ آپؓ سے پہلے اور آپؓ کے بعد کسی بھی شخص کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل ہی اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح آپؓ کے ہمراہ کردیا تھا، حضرت رقیہؓ کا جب انتقال ہوگیا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح کردیا، ۹ ہجری میں جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی انتقال فرما گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے اور کوئی لڑکی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی حضرت عثمانؓ سے کردیتا۔ یہ حضرت عثمانؓ کی سعادت اور خوش نصیبی ہے کہ ان کو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے دو نور ملے اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین بھی کہا جاتا ہے۔ (طبقات ابن سعد: ۳/۱۵۸)

خدمت اسلام:

☆...... جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو وہاں پر مسلمانوں کو پانی کی سخت دشواری کا سامنا تھا، کیونکہ پورے شہر میں میٹھے پانی کا صرف ایک ہی کنواں تھا اور اس کا مالک بھی یہودی تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ہے جو بیر رومہ کو خرید کر اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول سے ملا دے اس کے لئے جنت میں اس سے بہتر بدلہ ہے تو اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے خالص مال سے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف فرما دیا تھا، اس وقت اس کنویں کو حضرت عثمانؓ نے بیس ہزار درہم میں خریدا تھا اور اسلام کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ پہلا تحفہ

تھا جس سے توحید کے متوالے عرصہ دراز تک اپنے تشنہ لبوں کو سیراب کرتے رہے۔

(خلفائے راشدین:۱۶۳)

☆......مسلمانوں کی روز بروز بڑھتی تعداد کی وجہ سے مسجد نماز کے لئے تنگ پڑ گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو آل فلاں کو زمین کا ایک حصہ خرید کر مسجد کو بڑھا دے، اس کے لئے جنت میں اس سے بہتر بدلہ ہے تو حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے اس کو اپنے خالص مال سے خرید کر مسجد کے لئے وقف کر دیا۔(ترمذی شریف:۲/۲۱۱)

☆......کفر و اسلام کے درمیان سب سے پہلی جنگ بدر کے میدان میں ہوئی جس میں حضرت عثمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل میں اپنی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری میں مصروف رہے اور جنگ میں شریک نہ ہو سکے، جس کے صدمہ سے آپ نہایت افسردہ تھے۔ آپؓ کے صدق و خلوص اور اسلام کے تئیں جذبۂ صادق اور اسلام میں نمایاں خدمات کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بدریین صحابہ میں شمار فرمایا۔

☆......اس کے بعد اسلام و کفر کے مابین ہونے والی جنگوں میں آپؓ نہ صرف بنفس نفیس شریک تھے، بلکہ آپ نے مالی تعاون بھی پیش کیا۔ غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں نیابت کے فرائض آپ کے سپرد کئے۔ ۶ ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کعبہ مشرفہ کے موقع پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سفارت کی خدمت کے لئے مقرر کیا۔ ۷ ہجری میں معرکہ خیبر پیش آیا اور ۸ ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شریک تھے۔(طبقات ابن سعد:۳/۵۸)

☆......غزوۂ تبوک میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سب سے زیادہ تعاون رہا، اس غزوہ کے زمانے میں مسلمانوں پر سخت افلاس طاری تھا، اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام جیش العسرہ رکھا گیا تھا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس لشکر کا سامان درست کر دے اس کو جنت ملے گی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ! میں ایک سو اونٹ مع ساز و سامان کے دونگا، دوبارہ پھر آپ نے فرمایا جو شخص اس لشکر کا سامان درست کر دے گا، اس کو جنت ملے گی، پھر حضرت عثمانؓ نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! میں دو سو اونٹ دوں گا، تیسری مرتبہ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! میں تین سو اونٹ دوں گا، چوتھی مرتبہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو یہ اپنے گھر گئے اور ایک ہزار اشرفیاں لا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں ڈال دیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے تھے بیٹھ گئے اور اشرفیوں کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر ڈالتے اور فرماتے کہ "ماضر عثمان ماعمل بعد الیوم" یعنی آج کے بعد عثمان جو چاہیں کریں کوئی کام ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

☆......مذکورہ خدمات کے علاوہ اور بھی بہت سی چھوٹی بڑی خدمات وقتاً فوقتاً انجام دیتے رہے، اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سخت قحط پڑا لوگ بہت پریشان تھے، اس موقع پر بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ مع غلہ کے راہ خدا میں دے کر بہت سے فقراء و مساکین کو قحط سے نجات دلائی۔

☆......مالی خدمات کے سوا ایک طویل مدت تک کتابت وحی کی خدمت ان کے سپرد رہی اور وہ ایسی خدمت تھی جس کے انجام دینے والوں کی تعریف قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے، کتابت وحی کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط کا لکھنا بھی آپؓ سے متعلق رہا۔(خلفائے راشدین:۱۶۶)

خلافت:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ارباب حل و عقد کے شورائی نظام کے ذریعہ حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا اور سب نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کر لی، آپ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ تھے اور ۲۵ ہجری یکم محرم الحرام سے آپ امور خلافت کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپؓ کی خلافت کا زمانہ تقریباً بارہ سال پر محیط رہا، آپؓ نے اسلامی حکومت کو مستحکم کرنے اور اس کو وسعت دینے کے لئے بڑی جدوجہد کی۔

عہد خلافت کی فتوحات:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی فتوحات کو دو قسموں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول تو وہ ممالک جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مفتوح ہو چکے تھے، پھر آپؓ کی وفات کی خبر سن کر باغی ہو گئے، ہمدان اور رے وغیرہ کے ایرانی علاقوں میں بھی بغاوت کی سازشیں نمودار ہوئیں ان بغاوتوں کا حال سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، براء بن عازب اور قرظہ بن کعب رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہم کو مامور فرمایا، ان حضرات نے اپنی دلیری و جواں مردی اور سوجھ بوجھ کے ذریعہ بہت ہی جلد ان بغاوتوں کو فرو کر دیا تھا۔ اس طرح اسکندریہ میں بغاوت نے سر ابھارا حضرت عمرو بن العاصؓ کی کوشش سے یہ مقام پھر دوبارہ فتح ہوا، آذربائیجان کے لوگوں نے بھی غدر کیا، حضرت اسید بن عقبہ کی کوششوں سے اس پر دوبارہ اسلام کا پرچم لہرایا اسی کے ساتھ ساتھ آذربائیجان کے قرب و جوار کے علاقے بھی مفتوح ہوگئے آرمینیا

بھی فتح ہوا۔ یہ فتوحات حضرت صدیق اکبرؓ کے قتال مرتدین کے مثل تھیں اگر بروقت ان بغاوتوں کو نہ کچلا جاتا اور ان پر قابو نہ پایا جاتا تو خدا جانے نتیجہ کیا ہوتا، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دور اندیشی اور جرأت و بہادری تھی کہ انہوں نے بروقت توجہ فرما کر ان بغاوتوں کو نیست و نابود کر دیا اور ان علاقوں پر پھر سے اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ (خلفاء راشدین،۱۶۹)

☆......دوسری قسم کی فتوحات ان ممالک میں ہوئیں جہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہی اول مرتبہ اسلام کا پرچم لہرایا گیا اور وہ مقامات اسلام کے قبضہ میں آئے، ان میں افریقا کی وہ جنگ عظیم بھی ہے جو حرب العبادلہ کے نام سے مشہور ہے اور تاریخ اسلام میں یرموک اور جنگ قادسیہ کی لڑائی کے بعد اس لڑائی کا نمبر رکھا گیا اس لڑائی میں بے شمار کافر تہ تیغ ہوئے اور اس قدر مال غنیمت حاصل ہوا کہ خمس جدا کرنے کے بعد فی سوار تین ہزار اشرفیاں اور پیادہ ایک ہزار اشرفیاں تقسیم ہوئیں اس لڑائی کو حرب العبادلہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ سردار فوج حضرت عبداللہ بن سعدؓ اور میمنہ لشکر پر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور میسرہ پر حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ اور مقدمہ لشکر پر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ تھے۔

☆......فتح افریقا کے بعد اسلامی فوجیں بجانب مغرب بڑھیں اور وہاں بھی جنگ عظیم پیش آئی جس کے نتیجہ میں طرابلس و اندلس اور مغرب کے تمام شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے اور دنیا اسلام کا جاہ و جلال مغرب میں بھی چمکنے لگا، مسلمان اب تک بحری لڑائیوں سے ناواقف تھے اب تک مسلمانوں نے کوئی بحری جنگ نہیں لڑی تھی، آپ کے زمانہ میں ہی سب سے پہلے بحری لڑائی لڑی گئی، آپؓ نے ایک بڑی فوج حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں دے کر ان کو جزیرۂ قبرص کی طرف روانہ فرمایا۔ اسلامی فوجیں جہازوں میں سوار ہو کر سمندر میں روانہ ہوئیں اور رومیوں سے پچاس لڑائیاں ہوئیں تمام جزائر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے قیصر روم کا نام و نشان مٹ گیا، اسی طرح ملک ایران کے بعض حصے مثلاً خراسان، فیروز آباد، شیراز اور طوس، نیشاپور، ہرات اور بلخ وغیرہ یہ مقامات حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ہی فتح ہوئے۔ (ایضاً ۱۶۹ تا ۱۷۰)

جمع قرآن:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلام عرب سے باہر دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا ہر نئے علاقے کے لوگ جب حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو وہ ان مجاہدین اسلام یا تاجروں سے قرآن کریم سیکھتے جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوتی تھی اور چونکہ صحابہ کرامؓ نے قرآن کریم کو مختلف قرأتوں کے مطابق سیکھا تھا، اس لئے ہر صحابی اپنی سیکھی ہوئی قرأت کے مطابق قرآن پڑھتا اس طرح سے یہ قرأتوں کا اختلاف دور دراز ممالک تک پہنچ گیا اور عوام کی کم علمی اور عدم واقفیت کی وجہ سے اختلاف قرأت کو لے کر جھگڑے پیش آنے لگے، بعض لوگ اپنی قرأت کو صحیح اور دوسری قرأت کو غلط قرار دینے لگے، ان جھگڑوں سے ایک طرف تو یہ خطرہ تھا کہ لوگ قرآن کریم کی متواتر قرأتوں کو غلط قرار دینے کی سنگین غلطی میں مبتلا ہوں گے دوسری طرف حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے اس نسخہ کے سوا جو عہد صدیقی میں تیار ہوا تھا کوئی دوسرا ایسا معیاری نسخہ بھی نہ تھا جو پوری امت کے لئے حجت بن سکے، کیونکہ دوسرے نسخے انفرادی طور پر لکھے ہوئے تھے اور ان میں ساتوں حروف کو جمع کرنے کا اہتمام بھی نہیں تھا، اس لئے ان جھگڑوں کے تصفیہ کی قابل اعتماد صورت یہی تھی کہ ایسے نسخے پورے عالم میں پھیلا دیئے جائیں جن میں ساتوں حروف جمع ہوں اور انہیں دیکھ کر فیصلہ کیا جا سکے کہ کون سی قرأت صحیح اور کون سی غلط ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں یہ عظیم الشان کارنامہ انجام دیا، آپ نے متعدد صحابہ کرامؓ کی مدد و مشورے سے از سر نو قرآن کریم کو قابل اعتماد طریقہ پر جمع کرایا اور حضرت ابوبکر صدیق کے نسخے کو سامنے رکھ کر اس میں ضروری اصلاحات کے ساتھ قرآن کریم کے اس نئے نسخے کی متعدد نقلیں کرائیں اور ان کو پورے عالم میں پھیلا دیا اور اسی نسخہ کو اپنانے کا حکم صادر فرمایا اور باقی سابقہ نسخے کالعدم قرار دے دیئے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس کارنامہ کو پوری امت نے بنظر استحسان دیکھا تمام صحابہ کرامؓ نے اس کام میں ان کی تائید و حمایت فرمائی۔ حضرت عثمانؓ کا یہ کارنامہ قیامت تک آنے والے امت کے ہر ہر فرد پر ایک گراں بار احسان ہے۔ (معارف القرآن،۱/۳۰،۳۱)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک بامروت اور نرم مزاج شخص تھے، اسی لئے بعض ناعاقبت اندیش لوگوں کو بے جا دلیری کا موقع ملتا رہا اور ان کی سرکشی اس قدر بڑھ گئی کہ آخیر میں انہوں نے حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا اور موقع پا کر آپؓ کو ظلماً شہید کر دیا، آپؓ کی شہادت کا المناک اور درد انگیز سانحہ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ ہجری یوم جمعہ کو پیش آیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رہتے دم تک تمام مسلمان متحد و متفق تھے اور تمام فوجیں متفقہ طور پر کفر اور شعائر کفر کے فنا کرنے میں مصروف تھیں مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے باہم اختلاف پیدا ہو گیا، اس وقت سے آج تک پھر ایسا اتحاد و اتفاق مسلمانوں کو نصیب نہ ہوا۔ (خلفاء راشدین:۱۷۳)

☆☆..............☆☆

عہدِ عثمانی میں خدمتِ قرآن

مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی

جمع القرآن:

اس امر پر اجماع ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک سارا قرآن بیک جگہ ایک مجلہ میں جمع نہیں کیا گیا تھا۔ مرتب اور منظم شکل میں یکجا نہ تھا، مختلف چیزوں پر لکھا ہوا منتشر طور پر موجود تھا، لیکن بحیثیت مجموعی مکمل تھا اور حفاظ کی ایک کثیر تعداد کے سینوں میں محفوظ بھی تھا۔ علامہ سیوطیؒ نے ''الاتقان'' میں یہ قول نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کو بیک جگہ مصحف میں اس لئے جمع نہیں کیا کہ ممکن ہے کوئی حکم یا کسی آیت کی تلاوت منسوخ ہوجائے، لیکن جب آپ کی وفات پر سلسلہ وحی منقطع ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے خلفائے راشدین کے دل میں قرآن کو ایک مصحف میں جمع کرنے کا ولولہ پیدا کردیا، کیونکہ یہ اللہ کے اس سچے وعدے کی تکمیل کا ذریعہ تھا جو اس نے امت کے لئے قرآن کی حفاظت کی خود ضمانت لے کر کیا تھا یعنی ''انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون'' اور اس کی ابتدا حضرت عمرؓ کے مشورے سے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھوں ہوئی۔

جمع القرآن کے مراحل:

علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ حاکم نے اپنی مستدرک میں بیان کیا ہے کہ قرآن تین مرتبہ جمع کیا گیا یعنی: (۱) عہد نبوی میں، (۲) عہد صدیقی میں (۳) عہدِ عثمانی میں۔ عہد نبوی میں جمع القرآن کی تفصیل اوپر بیان کی جاچکی ہے اور وہ مستند ہے۔ دوسری مرتبہ جمع القرآن کا کام حضرت ابوبکر صدیق کے زمانے میں ہوا۔

عہدِ صدیقی:

وفات نبوی کے بعد فتنہ ارتداد اس زور وشور سے رونما ہوا کہ خلافت اور عامۃ المسلمین کو اس کے انسداد میں ہمہ تن مصروف ہوجانا پڑا۔ ان فتنوں میں یمامہ کا معرکہ سب سے زیادہ خطرناک تھا۔ یمامہ کے معرکے میں بکثرت حفاظ شریک ہوئے۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ: ''یمامہ کی لڑائی میں شہید ہونے والے صحابہ کرامؓ کی زیادہ تعداد حفاظ کی تھی۔''

امام سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ: ''یمامہ کے معرکے میں ستر ایسے صحابہ کرام شہید ہوئے جن کو قرآن حفظ تھا۔'' یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کو قرآن جمع کرنے کا فکر ہوا، انہوں نے خلیفہ وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بہت کچھ قیل وقال کے بعد قرآن جمع کرنے پر آمادہ کرلیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ اور حضرت زید بن ثابت دونوں کو قرآن جمع کرنے کا حکم دیا تھا اور یہ تاکید فرمائی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کاتبان وحی نے جن متفرق چیزوں پر آیات قرآنیہ کو لکھا تھا صرف وہی منتشر اجزا جمع کیے جائیں، اگرچہ بعض صحابہ کرامؓ کے اپنے اپنے لکھے ہوئے مصاحف موجود تھے، مگر ان مصاحف کی کتابت حزم واحتیاط کے ساتھ نہیں ہوئی تھی، ان مصاحف میں وہ جملے بھی درج تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر ارشاد فرمائے تھے، بعض صحابہ کرامؓ نے غلط فہمی سے بعض دعاؤں کو بھی آیات قرآنیہ کے ساتھ لکھ لیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مزید احتیاط کے لئے حضرت عمرؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو یہ بھی حکم دیا کہ دونوں مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو شخص تمہارے پاس کتاب اللہ کا کوئی حصہ پیش کرے تو جب تک وہ دو گواہ نہ لائے اس کی پیش کردہ آیات کو تسلیم نہ کرو۔

حضرت عمرؓ اور حضرت زیدؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم پر شدت سے عمل کیا۔ اس حزم واحتیاط کے ساتھ قرآن مجید کی وہ تمام آیات بے کم وکاست نقل کرلی گئیں جو وقتاً فوقتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھیں اور متفرق چیزوں پر لکھی ہوئی تھیں، جس ترتیب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا تھا۔

یہ تمام صحیفے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

عمر کی زندگی تک بارگاہ خلافت میں محفوظ رہے اوران کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر فاروقؓ کی نگرانی میں آئے اور ۴۳ ہجری یا ۴۵ ہجری تک انہیں کے پاس محفوظ رہے، اس مصحف کی کوئی نقل تیار نہیں کی گئی تھی۔

عہد عثمانی:

حضرت عمرؓ کے زمانہ سے اسلامی فتوحات کا دائرہ ہرلحہ وسیع تر ہوتا رہا۔ ایرانی، مصری، رومی وغیرہ اقوام حلقہ بگوشان اسلام کے زمرے میں شامل ہوری تھیں۔ ان اقوام کے اختلاط سے اختلاف قرأت کا مسئلہ خطرناک صورت اختیار کرنے لگا، عجمی قومیں عربی لہجے سے ناآشنا تھیں۔

حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں اختلاف قرأت کا مسئلہ اختلاف معنی تک جا پہنچا۔ لوگ ایک دوسرے کی تکذیب پر اتر آئے، بعض بعض جگہ تلوار بھی چل گئی۔ اس پریشان کن صورت حال کا سد باب کرنے کے لئے حضرت عثمانؓ نے بروایت حضرت علیؓ ایک کثیر جماعت کی رائے سے یہ طے کیا کہ تمام مسلمانوں کو ایک ہی مصحف پر جمع کر دیا جائے تاکہ پھر کوئی تفرق اور اختلاف نہ پیدا ہو سکے۔ الاتقان سیوطی (ابن ابی داؤد)

اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے عہد صدیقی کے مکتوبہ مصحف حاصل کرکے زید بن حارثؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، سعد بن العاصؓ اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کو اسے مصاحف میں نقل کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عثمانؓ خود بھی کتابت کی نگرانی فرماتے تھے۔

حضرت عثمانؓ نے تینوں قریشیوں (یعنی عبداللہ بن الزبیرؓ، سعد بن العاصؓ اور عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام) سے فرمایا کہ جب تم زید بن ثابتؓ سے کسی چیز (یعنی قرآن کی عربیت) میں اختلاف کرو تو اسے قریش کی زبان میں لکھو، کیونکہ قرآن ان ہی لوگوں کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

علاوہ ازیں دوران کتابت جب کسی آیت کی قرأت میں اختلاف ہوتا تو ایسے شخص کو طلب کیا جاتا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تعلیم دی تھی اور اس سے آیت کی صحیح قرأت دریافت کرنے کے بعد درج کی جاتی، کسی واقف کار شخص کے نہ ملنے کی صورت میں وہ آیت قریش کی لغت کے مطابق درج کی جاتی تھی تاکہ تلفظ کے فرق سے کوئی لفظ "ز" کی بجائے "ض" یا "ظ" سے نہ لکھا جائے۔ یا "ث" کی جگہ "س" یا "ص" نہ سمجھا جائے۔

جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے قرآن کے متفرق اجزا کو جن اوراق میں جمع کر دیا، ان میں سورتوں کی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا تھا۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کے ناقلین کے سلسلے میں نو نام معلوم ہوئے ہیں چار تو وہی ہیں جن کا نام اوپر آیا ہے، دیگر پانچ یہ ہیں:

"مالک بن ابی عامرؓ، کثیر بن افلحؓ، ابی بن کعبؓ، انس بن مالکؓ، عبداللہ بن عباسؓ۔"

حضرت عثمانؓ کے نقل کروائے ہوئے مصاحف کی تعداد میں اختلاف ہے، بعض پانچ کہتے ہیں اور بعض سات۔ ابوحاتم بجتانیؒ کہتے ہیں کہ سات مصحف نقل کرائے گئے تھے۔ ایک کو مدینہ میں محفوظ رکھا گیا باقی مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ میں ان میں سے مختلف مقامات پر بعض مصاحف کی موجودگی کا آج بھی سراغ ملتا ہے۔

اس وقت تمام دنیا کے مسلمانوں کے پاس حضرت عثمانؓ کا نقل کرایا ہوا مذکورہ قرآن ہی موجود ہے۔ یہ اچھی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عثمانؓ کا نقل کرایا ہوا قرآن بعینہ وہی قرآن ہے جو خاتم الانبیاء مرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اس میں کسی قسم کی ذرہ برابر بھی کمی بیشی نہیں ہوئی۔

قاضی ابوبکر کتاب الانتصار میں لکھتے ہیں:

"ہم اس بات کا یقین کرتے ہیں کہ وہ تمام قرآن کریم جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس کے لکھے جانے کا حکم دیا، اس کو منسوخ نہیں کیا اور نہ اس کے نزول کے بعد اس کی تلاوت کو رفع کیا، وہ یہی قرآن کریم ہے جو دو دفتیوں کے درمیان پایا جاتا ہے اور جس کو مصحف عثمانی حاوی ہے۔ اس قرآن کریم میں نہ کسی طرح کی کمی ہے نہ زیادتی۔"

علامہ بغویؒ نے شرح السنۃ میں لکھا ہے:

"صحابہ کرامؓ نے اسی قرآن کریم کو دو دفتیوں کے مابین جمع کر دیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے اس میں کوئی زیادتی یا کمی نہیں کی۔" بسم اللہ اولا و آخرہ۔ ☆☆

سو سال سے زائد بہترین خدمت
ESTD 1880
ABS
ABDULLAH
BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

فلسفۂ قربانی اور ملحدین کے شکوک وشبہات

مفتی محمد راشد ڈسکوی

قربانی سے متعلق ملحدین ومنکرین کے شکوک و شبہات:

اس ماہِ مبارک ذوالحجہ (جو شروع ہو چکا ہے) میں ادا کی جانے والی ایک بہت ہی عظیم الشان عبادت (قربانی) کے بارے منکرین وملحدین اور مستشرقین کی طرف سے پیدا کیے جانے والے شکوک وشبہات کا رد پیش کرتا ہوں۔ ہر جدید تہذیب وتمدن کا دلدادہ اور مغربیت سے متاثر ذہنیت رکھنے والا اس ماہِ مبارک کے شروع ہوتے ہی سادہ لوح اور مذہب پسند مسلمانوں کا ذہن خراب کرنا شروع کر دیتا ہے کہ قربانی کی وجہ سے جانوروں کی نسل کشی ہوتی ہے، لاکھوں لوگوں کی یہ رقمیں بلا وجہ ضائع ہوتی ہیں، اس کے بجائے اگر اتنا مال رفاہِ عامہ کے مفید کاموں، ہسپتالوں کی تعمیر اور انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے خرچ کیا جائے، تو معاشرے کے بہت بڑے غریب اور مفلس طبقے کا بھلا ہو جائے گا، یہ افراد بھی زندگی کی ضروری سہولتوں سے فائدہ اٹھا سکیں گے، وغیرہ وغیرہ، اس طرح منکرین قربانی اپنی عقلِ نارسا سے کام لیتے ہوئے بزعمِ خود قربانی کے نقصانات اور ترکِ قربانی کا فوائد بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے عام مسلمان ان نام نہاد دانشوروں کے زہریلے پراپیگنڈے اور بہکاوے میں آکر اسلام کے اس عظیم الشان حکم کو ترک کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دنوں (دس ذی الحجہ) میں دائمی عمل:

اس صورتِ حال میں سب سے پہلے تو غور کرنے کی یہ بات ہے کہ عید الاضحیٰ کے اس خاص موقع پر اگر قربانی کرنے کی بنسبت انسانیت کی فلاح وبہبود میں مال خرچ کرنا اتنا ہی افضل، موزوں و مناسب یا ضروری ہوتا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اہلِ ثروت اور صاحبِ نصاب مسلمانوں پر قربانی کے حکم کے بجائے غریب، مسکین اور بدحال انسانیت پر مال خرچ کرنا ضروری قرار دیا جاتا، جب کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر دور میں غریب اور نادار طبقہ موجود رہا ہے، تو یقیناً آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے مبارک دور میں بھی یہ طبقہ موجود تھا، بلکہ ایسے افراد تو بکثرت موجود تھے، لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم (جو اپنی امت کے لئے بہت ہی زیادہ شفیق اور مہربان تھے) نے اپنے زمانہ کے اہلِ ثروت اور صاحبِ نصاب مسلمانوں کو اس (عید الاضحیٰ کے) موقع پر یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنا مال رفاہِ عامہ کے مفید کاموں، ہسپتالوں کی تعمیر اور انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے خرچ کریں، بلکہ یہ حکم فرمایا کہ اس موقع پر اللہ کے حضور جانور کی قربانی پیش کریں اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل ان دنوں میں قربانی کرنے کا ہی تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا (اس قیام کے دوران) آپ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کرتے رہے۔'' (عن ابن عمر، قال: ''أقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة عشر سنين، يضحي''، سنن الترمذي، الأضاحي، باب الدليل على أن الأضحية سنة، رقم الحديث: ١٥٠٧) اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس عظیم حکم کو ہمیشہ قائم و دائم رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنا ہی افضل، اولیٰ اور ضروری ہے۔

ایامِ قربانی میں قربانی افضل ہے یا نقد صدقہ؟

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قربانی کے ایام میں بنسبت صدقہ کرنے کے قربانی کرنا افضل ہے''، امام ابو داؤد، امام ربیعہ اور ابو الزناد رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔ (المغنی لابن قدامہ: ۱۱/۹۵)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا یہی عمل تھا، اگر ان حضرات کے نزدیک اس سے بہتر کوئی عمل ہوتا تو وہ یقیناً قربانی کے بجائے اسی کو اختیار کرتے، دوسری بات یہ کہ ایسا ہو بھی کیسے سکتا تھا، جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح فرمان مبارک موجود ہے کہ ''اس دن میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک (قربانی کے جانور کا) خون بہانے سے بڑھ کر بنی آدم کا کوئی عمل پسندیدہ نہیں ہے۔'' (عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ''ما عمل آدميٌّ من عمل يوم النحر أحبُّ إلى الله من

إهراق الدم". سنن الترمذي، فضل الأضحية، رقم الحديث: ۱۴۹۳)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کسی کام میں مال خرچ کیا جائے تو وہ عید الاضحیٰ کے دن قربانی میں خرچ کیے جانے والے مال سے افضل نہیں۔'' (عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ما أُنفِقَتِ الوَرِقُ في شيءٍ أفضلَ من نحيرة في يومِ العيدِ". سنن الدارقطني، كتاب الأشربة، باب الصيد والذبائح والأطعمة وغير ذالک، رقم الحديث: ۴۳)

امام نووی رحمہ اللہ بھی اسی طرح ذکر کرتے ہیں کہ صحیح احادیث مشہورہ کی بناء پر شوافع کے نزدیک ان دنوں میں قربانی کرنا ہی افضل ہے، نہ کہ صدقہ کرنا، اس لئے کہ اس دن قربانی کرنا شعار اسلام ہے، یہی مسلک سلف صالحین کا ہے۔ (المجموع شرح المہذب: ۸/۴۲۵)

البتہ! وہ افراد جن پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے، اُن کے لئے یا اُن کی طرف سے قربانی کرنے کی بجائے صدقہ کرنا افضل شمار ہوگا۔ (البحر الرائق: ۸/۲۰۲)

صاحب مرقاۃ المفاتیح شارح مشکاۃ المصابیح لکھتے ہیں کہ: ''بعض فقہاء کے نزدیک قربانی واجب ہے اور بعض کے نزدیک سنت مؤکدہ، لیکن بہرصورت اس دن میں قربانی کرنا یعنی: خون بہانا متعین ہے، اس عمل کو چھوڑ کر جانور کی قیمت صدقہ کر دینا کافی نہیں ہوگا، اس لئے کہ صدقہ کرنے میں شعائر اسلام میں سے ایک بہت بڑے شعار کا ترک لازم آتا ہے، چنانچہ اہل ثروت پر قربانی کرنا ہی لازم ہے۔''
(مرقاۃ المفاتیح: ۵/۷۳)

کیا قربانی سے جانوروں کی نسل کشی ہوتی ہے؟

ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا یہ نظام چلا آ رہا ہے کہ انسانوں یا جانوروں کو جس چیز کی ضرورت جتنی زیادہ ہوتی ہے، حق تعالیٰ شانہ اس کی پیدائش اور پیداوار بڑھا دیتے ہیں اور جس چیز کی جتنی ضرورت کم ہوتی ہے تو اس کی پیداوار بھی اتنی ہی کم ہو جاتی ہے، آپ پوری دنیا کا سروے کریں اچھی طرح جائزہ لیں کہ جن ممالک میں قربانی کے اس عظیم الشان حکم پر عمل کیا جاتا ہے، کیا ان ممالک میں قربانی والے جانور ناپید ہو چکے ہیں یا پہلے سے بھی زیادہ موجود ہیں؟!، آپ کبھی اور کہیں سے بھی یہ نہیں سنیں گے، کہ دنیا سے حلال جانور ختم ہو گئے ہیں یا اتنے کم ہو گئے ہیں کہ لوگوں کو قربانی کرنے کے لئے جانور ہی میسر نہیں آئے، جبکہ اس کے برخلاف کتے اور بلیوں کو دیکھ لیں، ان کی نسل ممالک میں کتنی ہے؟! حالاں کہ تعجب والی بات یہ ہے، کتیا اور بلیاں ایک ایک حمل سے چار چار، پانچ پانچ بچے جنتے ہیں، لیکن ان کی تعداد بمقابل حلال جانوروں کے بہت کم نظر آتی ہے۔

مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ کا قول:

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ قرآن پاک کی آیت: '' وما انفقتم من شی فھو یخلفہ'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''اس آیت کے لفظی معنی یہ ہیں کہ تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ غیب سے تمہیں اس کا بدل دے دیتے ہیں، کبھی دنیا میں اور کبھی آخرت میں اور کبھی دونوں میں، کائنات عالَم کی تمام چیزوں میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ آسمان سے پانی نازل ہوتا ہے، انسان اور جانور اس کو بے دھڑک خرچ کرتے ہیں، کھیتوں اور درختوں کو سیراب کرتے ہیں، وہ پانی ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا اس کی جگہ اور نازل ہو جاتا ہے، اسی طرح زمین سے کنواں کھود کر جو پانی نکالا جاتا ہے، اس کو جتنا نکال کر خرچ کرتے ہیں اس کی جگہ دوسرا پانی قدرت کی طرف سے جمع ہو جاتا ہے، انسان غذا کھا کر بظاہر ختم کر لیتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسری غذا مہیا کر دیتے ہیں، بدن کی نقل و حرکت اور محنت سے جو اجزاء تحلیل ہو جاتے ہیں، ان کی جگہ دوسرے اجزاء بدل بن جاتے ہیں، غرض انسان دنیا میں جو چیز خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عام عادت یہ ہے کہ اس کے قائم مقام اس جیسی دوسری چیز دے دیتے ہیں، کبھی سزا دینے کے لئے یا کسی دوسری تکوینی مصلحت سے اس کے خلاف ہو جانا اس ضابطۂ الٰہیہ کے منافی نہیں،.........اس آیت کے اشارہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو اشیاء صرف انسان اور حیوانات کے لئے پیدا فرمائی ہیں، جب تک وہ خرچ ہوتی رہتی ہیں، ان کا بدل منجانب اللہ پیدا ہوتا رہتا ہے، جس چیز کا خرچ زیادہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی پیداوار بھی بڑھا دیتے ہیں، جانوروں میں بکرے اور گائے کا سب سے زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ ان کو ذبح کر کے گوشت کھایا جاتا ہے اور شرعی قربانیوں اور کفارات و جنایات میں ان کو ذبح کیا جاتا ہے، وہ جتنے زیادہ کام آتے ہیں، اللہ تعالیٰ اتنی ہی زیادہ اس کی پیداوار بڑھا دیتے ہیں، جس کا ہر جگہ مشاہدہ ہوتا ہے کہ بکروں کی تعداد ہر وقت چھری کے نیچے رہنے کے باوجود دنیا میں زیادہ ہے، کتے بلی کی تعداد اتنی نہیں، حالانکہ کتے بلی کی نسل بظاہر زیادہ ہونی چاہیے کہ وہ ایک ہی پیٹ سے چار پانچ بچے تک پیدا کرتے ہیں، گائے بکری زیادہ سے زیادہ دو بچے دیتی ہے، گائے بکری ہر وقت ذبح ہوتی ہے، کتے بلی کو کوئی ہاتھ نہیں لگاتا، مگر پھر بھی یہ مشاہدہ ناقابل انکار ہے کہ دنیا میں گائے اور بکروں کی تعداد بنسبت کتے بلی کے زیادہ ہے، جب سے ہندوستان میں گائے کے ذبیحہ پر پابندی لگی ہے، اس وقت سے وہاں گائے کی پیداوار گھٹ گئی ہے، ورنہ ہر بستی اور ہر گھر گایوں سے بھرا ہوتا جو ذبح نہ ہونے کے سبب بچی رہیں۔

عرب سے جب سے سواری اور بار برداری

میں اونٹوں سے کام لینا کم کر دیا، وہاں اونٹوں کی پیداوار بھی گھٹ گئی، اس سے اس ملحدانہ شبہ کا ازالہ ہو گیا، جو احکامِ قربانی کے مقابلہ میں اقتصادی اور معاشی تنگی کا اندیشہ پیش کر کے کیا جاتا ہے۔"

(معارف القرآن،سورۃ الحج،۲۰۳/۷،۳۹)

رفاہی کاموں کی افادیت اپنی جگہ مسلم ہے؟

ہماری اس بحث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ رفاہِ عامہ کے مفید کاموں، ہسپتالوں کی تعمیر اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے غریب و مساکین اور ناداروں پر خرچ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ہمارا مقصود محض یہ ہے کہ دس ذوالحجہ سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی شام تک جس شخص پر قربانی کرنا واجب ہے اس کے لئے قربانی چھوڑ کر اس رقم کا صدقہ کرنا جائز نہیں ہے، ہاں! جس شخص پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے اس کے لئے ان دنوں میں یا صاحبِ نصاب لوگوں کے ان دنوں میں قربانی کرنے کے ساتھ ساتھ یا سال کے دیگر ایام میں مالی صدقہ کرنا یقیناً بہت زیادہ ثواب کی چیز ہے، رفاہِ عامہ کے مفید کاموں، ہسپتالوں کی تعمیر اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کرنے کے لئے اسلام نے زکاۃ، صدقۃ الفطر، عشر، کفارات، نذور، میراث، دیگر وجوبی صدقات اور ہدایا وغیرہ کا نظام وضع کیا ہوا ہے، ان احکامات کو پوری طرح عملی جامہ پہنا کر مطلوبہ نتائج و مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں، نہ یہ کہ اسلام کے ایک عظیم الشان حکم کو مسخ کر کے تلبیس سے کام لیا جائے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ معاشرے میں ہونے والی خرافات پر تفصیلی نظر ڈالی جائے، طرح طرح کی مروج رسومات میں ضائع ہونے والا اربوں وکھربوں کی مالیت کے روپے کو کنٹرول کیا جائے، نہ کہ ایک فریضے میں صرف کرنے والوں لوگوں کو بھی بہکا کر اس سے روک دیا جائے۔

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ کا قول:

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "منکرین قربانی نے اپنی عقلِ نارسا سے کام لیتے ہوئے بزعمِ خود قربانی کے مضرات اور نقصانات اور ترکِ قربانی کے فوائد بیان کیے ہیں، مثلاً: یہ کہا ہے کہ قربانی کی وجہ سے جانوروں کی نسل کشی ہوتی ہے اور لوگوں کی رقمیں بلا وجہ ضائع ہوتی ہیں، اگر یہ رقوم رفاہِ عامہ کے کسی مفید کام میں صَرف کی جائیں تو کیا ہی اچھا ہو، وغیرہ وغیرہ، مگر یہ نادان یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو (جو حکیم الاطلاق ہے اور اس کا کوئی حکم عقل کے خلاف اور خالی از حکمت نہیں ہوتا) محض ان طفل تسلیوں سے کیوں کر رد کیا جا سکتا ہے؟ کیا اس کو قربانی کا حکم دیتے وقت یہ معلوم نہ تھا کہ قربانی سے جانوروں کی نسل کشی ہوتی ہے اور اس کے یہ نقصانات ہیں؟ رب تعالیٰ کے صریح احکام میں معاذ اللہ کیڑے نکالنا کون سا ایمان ہے؟! اور پھر جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح اور صریح قولی فعل اور اُمتِ مسلمہ کے عمل کو جو تواتر سے ثابت ہوا ہے، خلافِ عقل یا مضر بتانا کون سا دین ہے؟!۔" (مسئلہ قربانی مع رسالہ سیف یزدانی،ص:۱۲)

مولانا مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہ کا قول:

حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں: "بعض لوگ روحانیت سے غافل ہو کر یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ قوم کا اتنا روپیہ جو تین دن میں جانوروں کے ذبح پر ہر سال خرچ ہو جاتا ہے اور اس کا خاطر خواہ مفاد نظر نہیں آتا، اگر یہی پیسہ رفاہی اور قومی مفادات پر لگایا جائے تو بہت فائدہ ہو۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ قربانی کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم اور اہم عبادت ہے، جیسے: حج کرنا، زکاۃ دینا، اور دوسری عبادات۔ تو کیا ان عبادات کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ یہ فضول خرچی اور مال کو بے جا خرچ کرنا ہے؟! اس طرح تو دین کا بہت بڑا حصہ اور بہت سے دینی احکام ہی کا اسلام سے تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ پس جب شریعت میں قربانی کا حکم ہے تو اسے عقلی اعتراضوں اور ذہنی ڈھکوسلوں کا شکار بنانا کسی طرح درست نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا میں ہونے والی دوسری اور اصل فضول خرچیاں (جن کا شریعت نے حکم بھی نہیں دیا) ان لوگوں کو نظر نہیں آتیں جبکہ اصل میں تو ان کے ختم کرنے اور مٹانے کی ضرورت ہے، ملک کی کتنی بڑی تعداد ایسی ہے جو سگریٹ نوشی، منشیات، کرکٹ، ہاکی اور دوسرے کھیل جوئے بازی، گھوڑ دوڑ، ناچ گانا، فحش پروگرام، انٹرنیٹ، ٹی وی، کیبل، وی سی آر، سینما، فضول تصویر سازی اور مووی بازی اور دوسرے فحش میڈیائی پروگرام، فحش اخبار و رسائل اور دیگر ناول اور ڈائجسٹ، بسنت، عید کارڈ، شادی کارڈ، گانوں اور دیگر غلط پروگراموں کی آڈیو و ویڈیو کیسٹیں اور سی ڈیز، ویڈیو گیمز، آتش بازی، شادی بیاہ، مرگ و موت اور غمی خوشی کی رسومات، مختلف فیشن، غیر شرعی بیوٹی پارلر وغیرہ کی زد میں ہے۔ جن کو چھوڑے اور توبہ کیے بغیر دنیا و آخرت کی فلاح اور کامیابی ملنا مشکل ہے اور یہی پیسہ اگر قومی اور رفاہی مفادات پر خرچ کیا جائے تو بہت جلد ترقی حاصل کی جا سکتی ہے۔"

(ذوالحجہ اور قربانی کے مسائل و احکام،ص:۱۹۷)

ذبح کرنے پر اعتراض اور اس کا جواب:

منکرین اور ملحدین کی طرف سے ایک اعتراض یہ بھی سامنے آتا ہے کہ زندہ جانوروں کے گلے پر چھری پھیر دینا بھی عقلِ سلیم کے خلاف ہے، یہ فعل مسلمانوں کی بے رحمی پر دلالت کرتا ہے، اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ شریعتِ اسلامیہ

سے زیادہ رحم کسی مذہب میں بھی نہیں ہے، اور ذبح حیوان رحم کے خلاف نہیں، بلکہ ان کے حق میں اپنی موت مرنے سے مذبوح ہوکر مرنا بہتر ہے، کیوں کہ خود مرنے میں قتل و ذبح کی موت سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے، رہا یہ سوال کہ پھر انسان کو ذبح کردیا جایا کرے، تاکہ آسانی سے مرجایا کرے، اس کا جواب یہ ہے کہ حالت یاس سے پہلے ذبح کرنا تو دیدہ و دانستہ قتل کرنا ہے اور حالت یاس پتہ نہیں چل سکتی، کیونکہ بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں کہ مرنے کے قریب ہوگئے تھے، پھر اچھے ہوگئے اور شبہ حیوانات میں کیا جائے کہ ان کی تو یاس کا بھی انتظار نہیں کیا جاتا، جواب یہ ہے کہ بہائم اور انسان میں فرق ہے، وہ یہ کہ انسان کا تو ابقا (باقی رکھنا) مقصود ہے، کیونکہ خلق عالم سے وہی مقصود ہے، اس لئے ملائکہ کے موجود ہوتے ہوئے اس کو پیدا کیا گیا، بلکہ تمام مخلوق کے موجود ہونے کے بعد اس کو پیدا کیا گیا، کیونکہ نتیجہ اور مقصود تمام مقدمات کے بعد موجود ہوا کرتا ہے، اس لئے انسان کے قتل اور ذبح کی اجازت نہیں دی گئی، ورنہ بہت سے لوگ ایسی حالت میں ذبح کردیئے جائیں گے، جس کے بعد ان کے تندرست ہونے کی امید تھی اور ذبح کرنے والوں کے نزدیک وہ یاس کی حالت میں تھا اور جانور کا ابقاء مقصود نہیں، اس لئے اس کے ذبح کی اجازت اس بناء پر دے دی گئی کہ ذبح ہوجانے میں ان کو راحت ہے اور ذبح ہوجانے کے بعد ان کا گوشت وغیرہ بقائے انسانی میں مفید ہے، جس کا ابقاء مقصود ہے، اس کو اگر ذبح نہ کیا جائے اور یونہی مرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے تو وہ مردہ ہوکر اس کے گوشت میں سمیت کا اثر پھیل جائے گا اور اس کا استعمال انسان کی صحت کے لئے مضر ہوگا، تو ابقاء انسان کا وسیلہ نہ بنے گا اور قصاص، جہاد میں چونکہ افناء بعض افراد بغرض ابقاء جمیع الناس متیقن ہے، اس لئے وہاں قتل انسانی کی اجازت دی گئی، مگر ساتھ ہی اس کی رعایت کی گئی کہ حتی الامکان سہولت کی صورت سے مارا جائے، یعنی: قصاص میں جو کہ قتل اختیاری ہے، تلوار سے۔ اور جہاد میں مثلہ وغیرہ کی ممانعت ہے۔“

(اشرف الجواب، انیسواں اعتراض ذبح کرنے پر اعتراض اور اس کا جواب ص ۸۹، ۹۰، مکتبہ عمر فاروق، کراچی)

قربانی کی حقیقت کیا ہے؟

اگر قربانی کی حقیقت پر نظر ہو تو بھی یہ وسوسہ پیدا نہیں ہوسکتا، قربانی تو یادگار ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی، کہ ان کو حکم دیا گیا تھا، کہ اپنا بیٹا ذبح کرو، حالانکہ! دوسری طرف خود قرآن کا اعلان ہے کہ قتل کی سزا ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ہے، نیز! بچوں کو تو جہاد کی حالت میں بھی قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے، الغرض عقل کبھی بچے اور بالخصوص اپنے معصوم بچے کے قتل کو تسلیم نہیں کرسکتی، لیکن قربان جائیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر کہ انہوں نے اللہ سے یہ نہیں پوچھا کہ اے اللہ! جو بچہ مجھے برسہا برس دعائیں مانگنے کے بعد ملا، آخر اس کا قصور کیا ہے؟! اور اگر قصور ہے بھی اس کو مارنے سے کیا حاصل ہوگا؟! نہیں، اس لئے کہ جہاں اور جس کام میں اللہ کا حکم آجاتا ہے وہاں چوں چرا کی گنجائش نہیں رہتی، چاہے نفع نظر آئے یا نقصان۔

دوسری طرف قربانی کے جانور پر آنے والے اخراجات کا جائزہ لیجیے، آج کے اس مہنگائی والے دور میں بڑے جانور میں حصہ لینے کے لئے آٹھ یا نو ہزار روپے کافی ہیں اور اگر چھوٹا جانور لینا چاہیں تو بارہ سے پندرہ ہزار روپے میں کام چل جاتا ہے۔ اس جائزے کے بعد سوچیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں حکم ہو کہ تمہیں اختیار ہے کہ تم اپنا بیٹا قربانی کے لئے ذبح کرو، یا اس کی بجائے (بارہ سے پندرہ ہزار روپے کا) جانور ذبح کرو۔ تو بتلایئے کہ کون کس کو ترجیح دے گا، یقیناً بیٹے کے ذبح کے مقابلہ میں ہر عقل مند جانور ذبح کرنے کو ترجیح دے گا۔ اب ایک نظر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف بھی ڈالئے کہ جب ان کو بیٹا ذبح کرنے کا حکم ملا (اور حکم بھی صراحۃً نہیں ملا، بلکہ خواب میں اشارۃً بتلایا گیا) تو انہوں نے ایک لمحے کے لئے بھی رُک کر یہ نہ پوچھا کہ یا باری عزّوجل! اس میں میرے لئے کیا نفع ہے اور کیا نقصان؟! اور ایک ہم ہیں کہ معمولی سا جانور ذبح کرنے کا حکم دیا گیا اور ہم پوچھتے پھرتے ہیں کہ اس میں میرا کیا نفع ہے؟! اس کے بجائے یہ ہوجائے، وہ ہوجائے، وغیرہ وغیرہ

تو محترم بھائیو! اور دوستو! یہ قربانی کی روح کے خلاف ہے، یہ سوال کرنے والا درحقیقت قربانی کی حقیقت سے ہی ناواقف ہے، قربانی کے ذریعے تو یہ جذبہ پیدا کرنا مقصود ہے کہ جب اللہ رب العزت کی طرف سے کوئی حکم آجائے تو ہم اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے کی بجائے اللہ کے حکم کی پیروی کریں، اس کے حکم کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کریں، اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ﴿فلما اسلما﴾ جب انہوں نے سر تسلیم خم کردیا...... الخ۔ تو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ قربانی محض رسم یا دل لگی نہیں ہے، بلکہ اس کے ذریعے ایک ذہنیت دینا مقصود ہے، جسے فلسفۂ قربانی کا نام دیا جاتا ہے، وہ یہی ہے کہ جب اللہ رب العزت کی طرف سے کوئی حکم آجائے تو ہم اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے کی بجائے اللہ کے حکم کی پیروی کریں، اس کے حکم کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کریں۔

سو ضرورت ہے کہ منکرین قربانی، ملحدین اور مستشرکین وکفار کے اس زہریلے پراپیگنڈے کے مقابلے میں اہل اسلام پُرزور طریقے سے اس حکم پر عمل پیرا ہوں، اسی میں اہل اسلام کی خیر و بقا کا راز اور دین اسلام کی حفاظت مضمر ہے۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضی۔ ☆☆

حضرت مولانا پیر جی قاری عبدالرحمٰن رائے پوری صاحب کا

سانحہ ارتحال

تحریر: مولانا محمد سلیم طارق، چیچہ وطنی

مدرسہ تجوید القرآن المعروف درس پیر جی کے مہتمم اور خانقاہ عزیزیہ چک 11/11.L کے سجادہ نشین پیر جی عبدالحفیظ رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا پیر جی قاری عبدالرحمان رائے پوریؒ حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے 16 اگست 2014ء بروز ہفتہ صبح صادق کے وقت انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ 1957ء میں حافظ عبدالمجید صاحب کے گھر چک نمبر 11/11.L چیچہ وطنی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے مدرسہ تجوید القرآن میں قرآن مجید سے کیا اور بچپن میں ہی آپ نے قرآن مجید خوب یاد کر لیا تھا۔ قرآن مجید کو اس طرح یاد کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج کے دور میں بھی قاری صاحب کے لیل ونہار تلاوت قرآن پاک کی مشغولیت میں گزرتے تھے۔ قاری سعید بن شہید ناظم جامعہ رشیدیہ ساہیوال فرما رہے تھے کہ میں جب بھی حضرت سے ملنے آیا تو حضرت کو چلتے پھرتے تلاوت قرآن میں مشغول پایا۔ آپ نے درس نظامی کا آغاز اپنے مدرسہ تجوید القرآن سے کیا اور درجہ مشکوٰۃ تک یہاں ہی زیر تعلیم رہے۔ 1979ء میں دورہ حدیث کیلئے جامعہ قاسم العلوم ملتان تشریف لے گئے۔ دورہ حدیث سے فراغت کے بعد اپنے مدرسہ تجوید القرآن میں کچھ عرصہ درس وتدریس میں مشغول رہے پھر آپ کے والد ماجد نے آپ کو خانقاہ عزیزیہ 11/11.L میں حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ کی خدمت میں تزکیہ نفس کیلئے بھیج دیا۔ مولانا عبدالعزیز رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر حضرت نے ان کے معمولات کو اپنی زندگی کے سانچے میں ڈھالا۔ وہاں آنے والے بڑے بڑے شیوخ کی زیارت اور خدمت کا موقع بھی ملتا رہا۔ 1979ء سے 1984ء تک آپ حضرت پیر جی عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔

1990ء میں مولانا ارشاد صاحب اور مولانا امداد اللہ صاحب کے ساتھ مدرسہ تجوید القرآن میں کریما، نام حق، پند نامہ، گلستان، سیرت رسول، تیسیر المنطق، علم الصرف، علم النحو، معلم الانشاء، زاد الطالبین، اور ترجمہ وتفسیر کے اسباق پڑھائے۔ 1992ء میں چیچہ وطنی شہر میں ایک شیعہ قتل ہو گیا۔ شک کی بنا پر پیر جی انیس الرحمٰن صاحب اور پیر جی عبدالرحمٰن صاحب کو گرفتار کیا گیا اور سنٹر جیل ساہیوال میں بھیج دیا گیا۔ پیر جی انیس الرحمٰن صاحب بتاتے ہیں کہ پیر جی عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کیا کرتے تھے اور ساری رات قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ جب تمام مذہبی جماعتوں نے ملی اسلامی فرنٹ بنایا تو آپ نے جیل میں بیٹھ کر M.P.A کا الیکشن لڑا اور تقریباً 10,000 ووٹ حاصل کئے۔ 1995ء میں آپ کے انتہائی محسن اور مشفق چچا جان پیر جی عبدالعلیم صاحب شہید ہوئے تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے والد محترم حافظ عبدالمجید صاحب کا انتقال ہوا تو آپ نے تمام تر تحریکی اور تنظیمی سرگرمیوں کو چھوڑ کر مدرسہ کی فلاح و بہبود کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ موصوف نے نہایت ذمہ داری کے ساتھ مدرسہ کے نظم کو سنبھالا اور ہر وقت مدرسہ کی کامیابی کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ طلباء کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت پر خصوصی توجہ دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: ''چھلکے [illegible] بن جاؤ۔'' آپ انتہائی بلند سوچ کے مالک انسان تھے اور مستقبل میں آنے والے حالات کے بارے تبصرہ فرمایا کرتے تھے کہ دشمن کتنی سوچ بچار کے ساتھ ہمارے اوپر جال تن رہا ہے اور ہم ابھی تک غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہیں۔ حضرت اکثر خاموش رہا کرتے تھے اور کبھی کبھی مزاح بھی فرمایا کرتے تھے حضرت نہ کسی کی غیبت کرتے تھے اور نہ سنتے تھے۔ آپ بہترین منتظم، کامیاب مدرس، خطیب اور شفیق ومہربان استاد، مصلح اور عاشق قرآن تھے۔ ان کی قرآن مجید کے ساتھ محبت، عقیدت، چاہت، شوق، لگن اور اپنی مثال آپ تھا۔ اسی سال 1435ء میں رمضان المبارک کے مہینہ میں دو مرتبہ دل کی تکلیف کا عارضہ ہوا لیکن کسی کو اس وجہ سے نہ بتایا کہ یہ مجھے ہسپتال میں داخل کروا دیں گے اور میں قرآن مجید سنانے سے محروم ہو جاؤں گا۔ 8 اگست کو دوبارہ عارضہ قلب لاحق ہوا اور 10 اگست کو صبح کی نماز پڑھانے کے بعد آپ کو نیاز کمپلیکس میں داخل کرایا گیا ڈاکٹروں نے جواب دیا تو سول ہسپتال ساہیوال میں زیر علاج رہے یہاں کے ڈاکٹروں نے مفتی عثمان کو بتایا کہ پیر جی کے دل کی تین وین بند ہیں لہٰذا لاہور علاج کے لئے لے جائیں۔ بھائی محمد مشتاق، مفتی محمد عثمان، مولانا محمد عقیل، صاحبزادہ اسعد الرحمٰن نے حضرت پیر جی کو ساہیوال سے لاہور ڈاکٹرز ہسپتال میں منتقل کیا گیا۔ وہاں سے عمر ہسپتال جیل روڈ میں دل کا بائی پاس ہوا، دو دن تک حضرت پیر جی کی طبیعت ٹھیک رہی لیکن پھر

16 اگست کی صبح طبیعت اچانک خراب ہوگئی اور اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ حضرت بحسن اخلاق کا بہترین پیکر تھے۔ حضرت کو چاہے جتنی بھی تکلیف ہوتی لیکن چہرے پر ہمیشہ ایسی مسکراہٹ سجائے رکھتے تھے کہ مہمانوں کو اپنی تکلیف محسوس نہ ہونے دیتے تھے۔ اساتذہ کرام اور طلباء کرام کا بہت خیال رکھتے تھے۔ سب کی ضروریات کا پورا خیال کرتے تھے ہر آدمی یہی سمجھتا تھا کہ حضرت سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ مدرسہ کا خزانہ ختم ہوگیا تھا حضرت نے زیور بیچ کر اساتذہ کرام کی تنخواہیں پوری کیں۔ حضرت کا اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر کامل اعتماد تھا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور طرف توقع رکھنے کو شرک فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے دردر پر جانے سے بہتر ہے صرف ایک ہی در پر جاؤ اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

فکر دنیا کر کے دیکھی فکر عقبیٰ کر کے دیکھ
سب کو راضی کر کے دیکھا اب رب راضی کر کے دیکھ

حضرت نے قرآن مجید کی تعلیم کو عام کرنے کیلئے مختلف علاقوں میں مدارس کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا۔ شدید بیماری کے باوجود موٹر سائیکل پر سفر کر کے مدارس کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ لوگوں سے ملاقاتیں کر کے نئی جگہ تلاش کرتے پھر انتہائی محنتی اور مخلص استاد کا انتخاب کر کے وہاں مقرر فرما دیتے۔ محنت اور اخلاص کا درس دیتے۔ دنیا کے فانی اور عارضی ہونے کا احساس دلاتے اور آخرت کے دائمی اور باقی ہونے کی نصیحت فرماتے۔ اور مناسب وظیفہ کا انتظام کر کے فرمایا کرتے تھے کہ مدارس لوگوں کے پیسوں سے نہیں چلا کرتے بلکہ رات کی آہوں سے چلا کرتے ہیں۔

حضرت نے عزم مصمم کیا تھا کہ انشاء اللہ میں ہر محلہ، ٹاؤن اور گاؤں میں مسجد بنواؤں گا، جہاں مستند علماء کرام لوگوں کے عقائد کی اصلاح کریں گے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے ''جیسا امام ویسی عوام'' اگر امام کے عقائد پختہ ہوں گے تو عوام کے عقائد نظریات بھی ٹھیک ہوں گے۔

حضرت شب و روز ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ فرائض، واجبات اور تبع سنت ہونے کے ساتھ ساتھ تہجد گزار بھی تھے۔ حضرت نے جو وظائف شروع کیے تھے وہ درج ذیل ہیں۔

☆ نماز فجر کے بعد سورۃ یٰسین، منزل، ختم خواجگان اور صبح و شام کی دعاؤں کا اہتمام ☆ ظہر کی نماز کے بعد پیر جی اور اساتذہ کرام کا خصوصی وظیفہ مدرسہ کی خیر و برکت کیلئے ہوتا تھا ☆ عصر کی نماز کے بعد ذکر کیا کرتے تھے ☆ مغرب کی نماز کے بعد سورہ واقعہ، منزل اور خصوصی وظائف کیا کرتے تھے۔ عشاء کی نماز کے قریب حضرت کے متعلقین، مریدین، اساتذہ کرام اور طلباء کرام آیت کریمہ کا ورد کیا کرتے تھے ☆ عشاء کی نماز کے بعد حضرت اپنے مریدین کو ذکر کرواتے تھے۔ پھر ربنا انک جامع الناس ..... 365 مرتبہ پڑھا کرتے تھے ☆ اور سورۃ الضحیٰ 365 مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔

16 اگست 2014ء بمطابق 19 شوال 1435ھ بروز ہفتہ صبح 4 بجے کے قریب دار فانی کو چھوڑ کر خالق حقیقی سے جاملے۔

نماز جنازہ عصر کی نماز کے بعد مرکزی عیدگاہ چیچہ وطنی میں حکیم العصر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب کی امامت میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں ملک بھر کے مذہبی رہنماؤں مولانا ظفر احمد قاسم، مفکر ختم نبوت مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مولانا عبدالخالق رحمانی، مفتی محمد نور اکاروی، مولانا ریحان ضیاء فاروقی، مولانا قاری طیب حنفی اور مولانا غلام محمود انور سمیت شہر بھر کی تمام سماجی و سیاسی شخصیات اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں شیخ الحدیث مولانا محمد ارشاد، مولانا عبدالحکیم نعمانی، قاری زاہد اقبال، قاری محمد اصغر عثمانی، اور مولانا کفایت اللہ حنفی نے پیر جی کی وفات کو مذہبی حلقوں کیلئے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا ہے۔ لواحقین و پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے مرحوم کیلئے بلندی درجات کی دعا کی ہے۔ ☆☆

تکبیرِ تشریق

۹رذوالحجہ کی نماز فجر سے لے کر ۱۳رذوالحجہ کی نماز عصر تک

ہر فرض نماز کے بعد بآواز بلند تکبیرِ تشریق پڑھنی چاہیے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

تحریکِ ختم نبوت..... آغاز سے کامیابی تک

سعود ساحر

ایک صدی کی جدوجہد، ہزاروں صاحب ایمان مسلمانوں کی جانی، مالی قربانی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان افروز پیغام کے محافظ دین متین کے محافظوں کی مسلسل تگ و دو کے بعد ۷ ستمبر کی وہ روشن صبح نمودار ہوئی جس نے دنیا کے طول و عرض میں بسنے والے ایک ارب کے قریب اہل ایمان کے قلب و ذہن کو طمانیت عطا کی، وہ یکسو ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی اس بے پایاں کرم نوازی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت نے مسلمانوں کی سرخروئی کا سامان فرمایا۔ ہمارے بزرگوں، عظمت کے میناروں، استقامت کے پہاڑوں، سرکار دو عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں، عظمت قرآن مجید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر نثار ہونے والے ختم نبوت کے پروانوں کی جہد مسلسل سے صبح نو رہویدہ ہوئی کہ انگریز کے اس خود کاشتہ پودے کی مزید آبیاری کے لئے خدا کی زمین کا سینہ خشک ہو گیا۔ اس جدوجہد کا آغاز ہماری نسل کے ہوش سنبھالنے سے بہت قبل ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بزرگوں کو دین کے حوالے سے اور رہنماؤں کو وہ قوت لسانی عطا کی کہ آنے والے زمانوں میں اس کی مثال تلاش کرنا دشوار ہے۔ کیسے کیسے نابغہ و عبقری مسلمانوں کو عطا فرمائے۔ ان کی زبان میں وہ تاثیر ڈالی، زبان و بیان پر وہ قدرت ارزانی کی کہ جس نے عام مسلمانوں کے دلوں کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کے نور سے بھر دیا۔ انگریز کی دین مبین کے خلاف سازشوں کی کئی پرت ہیں۔ وہ قدم بقدم مسلمانوں کو دین سے بے دین کرنے کی خاطر جال پھیلاتا چلا گیا، مغربی لباس اور طرز زندگی کے سنہری جال اور اس میں گرفتار گروہ کو پاکیزہ زندگی سے دور کرنے کے قدم سے کسی بڑی کامیابی کا ظہور نہ ہوا تو دین سے برگشتہ کرنے کے لئے مسیحی مبلغوں کی یلغار کی اور مسلمانوں کے طرز عمل اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں سے منہ موڑنے کے لئے یہ ہنر دکھایا کہ دشمن ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال دشمن کی طبع آزمائی کے لئے پیش کر دو۔ حمیت سے بعید اور انگریز کے اپنے طرز حکمرانی سے متضاد یہ حربہ ناکام ہوا تو بات ماضی کے مسلمان حکمرانوں کی تذلیل و تحقیر تک پہنچی، تو مسلمان حکمرانوں سے ازار بندی رشتہ بنانے والی قوم کو ہر میدان میں آگے بڑھانے اور مسلمانوں کی راہ کھوٹی کرنے کی کارستانی کی گئی۔ ملازمتوں کے حصول میں ہندو کو ترجیح دی، دربار میں کرسی اور خطابات سے نوازا اور اس قطار میں لگنے کے لئے مسلمانوں پر بھی پابندی نہ تھی، مگر کہیں غیرت مانع ہوئی اور نظر کرم کا نشانہ خطا گیا، کچھ ایسے جیدار بھی تھے جو خطاب یافتہ تو بنے، مگر دین سے وابستگی ترک نہ کی اور مسلمانوں کے مفادات کو ہمیشہ مدنظر رکھا اور ترقی کی دوڑ میں مطلوبہ رفتار برقرار رکھنے کے سامان کئے، علم کے حصول کو ترجیح اول بنایا، کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے تمام ترجیحات کو یکسر نظر انداز کر کے دنیاوی مفادات کو مقدم جانا اور برصغیر کے مسلمانوں کو غلامی پر قانع کرنے کو اپنا شعار بنایا، انگریزی تعلیم کے ساتھ مغربی بود و باش کو مقصد زندگی بنایا، مگر برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت نے اسے مسترد کرنا بہتر جانا۔ علمائے حق نے ان مکارانہ چالوں کے خلاف مورچہ لگایا اور حکمت عملی کے طور پر انگریزی لباس، انگریزی زبان اور طرز بود و باش کو خلاف اسلام یا اپنے معاشرتی آداب کے منافی نہیں بتایا۔ بدقسمتی سے کم فہم گروہ نے اس حکمت عملی کو اصول دین بنا ڈالا، تاہم یہ علیحدہ موضوع ہے۔ عالمی سطح پر مسلمانوں کو دین سے دور اور اغراض دنیا سے مسحور کرنے کی طرف توجہ دی اور آخری حربے کے طور پر ختم نبوت کے ایمانی تصور پر ضرب لگانے کی منصوبہ بندی کی۔ مقصد اسلام کے پانچ بنیادی اصولوں سے جہاد کے اصول کو معدوم کرنا تھا، جس سے اسلام دشمن قوتیں سب سے زیادہ خطرہ محسوس کرتی تھیں، مگر جذبۂ جہاد کو امت مسلمہ کے ضابطۂ حیات سے خارج کرنا آسان نہ تھا۔ اس حوالے سے منصوبہ بندی کرنے والوں نے اپنے نزدیک وہ کچھ کہا، جس کے ذریعے امت مسلمہ کے ذہنوں سے اسلام کے بنیادی اصولوں سے انحراف کی راہ نکالی جا سکتی تھی، مگر یہ بات نہ جان پائے کہ جو اصول زندگی اور ضابطۂ زندگی اور ضابطۂ حیات اپنی مخلوق کے لئے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اتارا گیا وہ ابدی ہے۔ اس پر عمل کا اختیار کائنات کے خاتمے کے دن تک ہر انسان کے پاس ہے۔ اس کی ترمیم و تنسیخ پر کسی کو دسترس نہیں، اپنی کتاب کی روز آخر تک حفاظت کا جو طریقہ کار اس نے

انسانوں کو سکھایا، وہ بس قرآن مجید کے لئے خاص ہے، کروڑوں کے دل اس سے منور کردیئے، ہر رنگ و نسل اور دنیا کے چپہ چپہ پر لاکھوں انسانوں کے ذہن میں زیروزبر کی صحت کے ساتھ اسے ثبت کردیا۔ اس کی حفاظت کے لئے اپنی مخلوق کو عقل و شعور اور یادداشت کی نعمت سے سرفراز فرمایا، اس کے تحفظ کی خاطر عزم وہمت اور ثابت قدمی عطا کی۔ قریبی اور مکری گروہ کی یلغار کو پسپا کرنے کی توفیق دی۔ کامیابی اور ناکامی کو اہم نہیں بتایا بلکہ سعی پیہم کا مکلف ٹھہرایا۔ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے لئے کامیابی اور ناکامی کا معیار دنیا سے مختلف بتایا، معبود حقیقی کی راہ میں جہاد بالسیف، جہاد تعلیم، جہاد باللسان کی تلقین کی، جو راہ حق میں شہید ہوئے، انہیں دائمی زندگی کی نوید دی، جنہوں نے راحت و آرام کو تج کر اپنی زندگی کے شب وروز جھوٹ کو جھوٹ، جہالت کو جہالت ثابت کرنے میں گزارے، عزت و وقار کو ان کے در کا دربان بنایا۔ عظمت کی سنہری دستار ان کے سر کی زینت بنی جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر قربان ہوئے، شہادت کا مرتبہ پایا، دائمی زندگی کا صلہ پایا، جنہوں نے اپنی زندگی اس راہ میں گزاردی، دنیا کی عظمتیں ان کے نام ہوئیں اور عاقبت سنور جانے کی نوید ملی۔

ذرا دیکھئے کیسی کیسی نابغہ وعبقری شخصیتیں رب کریم نے اس قوم کو عطا فرمائیں، جس زبان میں جھوٹے کذاب کی اصلیت بیان کرنا چاہی، وہ بولی ہاتھ باندھ کر کے محترم کی خدمت میں کھڑی ہوگئی، لغت نے وجود قدموں میں ڈھیر کردیا، جس لفظ کو چاہا استعمال کیا، اس نے مقرر کی مرضی کے مطالب کو قبول کیا اور حاضرین کے ذہنوں تک پہنچایا۔

اس کے راہ قائد اعظم تو حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ہی قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس عظیم بندے سے راضی ہوجائے کہ وہ اللہ کے محبوب کے قدموں کی دھول کو خاک شفاء سمجھتا تھا۔ اس کی آواز کا کرارہ پن، اس کے جملوں کی کاٹ، الفاظ کی نشست و برخاست سے جملوں کی روانی اور بلند آہنگی قادیان اور ربوہ (چناب نگر) کی عمارتوں کے کنگرے ہلادیتی تھی۔ شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو۔ عشاء پڑھ کر سید صاحبؒ مائیک پر آتے، حاضرین خطابت کے سحر میں جکڑے جاتے کہ ملنے جلنے کی شکست نہ رہتی۔ نماز فجر کے لئے مسجد سے اللہ اکبر کی صدا گونجتی تو لوگ چونکتے کہ اللہ تعالیٰ طلب فرماتا ہے اور حاضرین حی الفلاح کی آواز پر لبیک کہتے۔ مجھے اور میرے بھائی حکیم محمود احمد کو سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے پاؤں دبانے کی سعادت ملی، یہ محض اللہ کا کرم ہے۔ ان کی ذات سے برصغیر کے مسلمانوں کو فتنہ کذاب سے نجات اور گمراہی سے بچنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ شاہ صاحبؒ قبلہ کی قبر کو نور سے بھردے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب بندے تھے۔

حضرت مہر علی شاہ صاحبؒ کی زیارت تو نصیب نہیں ہوئی، ان کی تحریروں نے ذہن کو جلا بخشی، ان کے مزار سے خرد وکلاں فیض اٹھاتے ہیں۔ ماسٹر تاج الدین انصاریؒ ہیں، زندگی کے شب وروز کذاب کی تکذیب میں گزارے، ملاقات کا موقع نہ ملا، البتہ ایک ذاتی اور ہزار خوبیوں کے مالک جگری دوست قاضی اصغر ہیں، جن کی اہلیہ انصاری صاحب کی نواسی ہیں، ان کی شفقت تمام واقف کاروں، قرابت داروں اور قاضی اصغر کے دوستوں کے لئے عام ہے۔ حضرت حسام الدینؒ کو لیاقت روڈ پر ایک جلسہ عام میں سنا۔ شیروانی قراقلی ٹوپی، بھرا بھرا بدن، خاصی طویل قامت، ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوا۔ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اپنا علمی مقام رکھتے، اخلاص کا پیکر تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں کذاب کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے منتخب کیا۔ اللہ، اللہ لوٹنے کی جائے ہے، مرزا کذاب سے مباہلہ ہوا اور جھوٹے کو موت نے لاہور میں ۱۹۰۸ء میں پکڑلیا۔ خس کم جہاں پاک۔ اور حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۱ء میں حیات مستعار سے دائمی زندگی کے سفر پر روانہ ہوئے اور ہزاروں علمائے کرام، صوفیائے عظام نے اس راہ پر سفر کرتے ہوئے زندگی کی مدت پوری کی، کوئی جانے نہ جانے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں پر نثار ہونے والوں کو خوب جانتا ہے اور مکر کرنے والوں کو بھی پہچانتا ہے، وہ نیکی کا بہترین اجر دینے والا ہے اور جھوٹوں کے لئے اس کی پکڑ بھی سخت ہے۔

فتنہ قادیان ایسا معمولی مسئلہ نہیں تھا اور نہ اس کا تدارک اور توڑ آسان تھا۔ مسلمانوں کی چار نسلیں اس کے خلاف جدوجہد کرتے گزر گئیں، میرے والد مرحوم حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے نقش قدم گنتے تھے، ان کے نعلین اٹھانے کو سعادت سمجھتے تھے، یہ میری پیدائش سے پہلے کا زمانہ ہے، ہندوستان کے ایک صحت افزا مقام مسوری سید صاحب تشریف لاتے تو شنید ہے کہ والد صاحب حکیم داؤد احمد کے غریب خانے کو رونق بخشتے۔ جوالہ پور میں انگریز نے ایک اجتماع پر فائرنگ کی تو میرے والد بھی زخمی ہوئے، میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے دنیا سے رخصت ہوگئے، مدرسہ مظاہر العلوم ہمارے آبائی محلّہ میں واقع ہے۔ بہرحال ختم نبوت کے علمبرداروں اور سواروں میں میرے خاندان کے جملہ بزرگ شامل تھے اور ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں میرے بڑے بھائی بہت نوعمری میں جیل گئے۔ راولپنڈی کی تحریک ختم نبوت کے ایڈمنسٹریٹر حافظ موسیٰ رحمہ اللہ تھے جو ہر روز پانچ رضا کاروں کو گرفتاری کے لئے بھیجتے، خود

گرفتاری سے بچنے اور تحریک کو جاری رکھنے کی خاطر راولپنڈی کے محلے کرتار پورہ (اب غازی) کی مسجد فرقانیہ میں قیام رکھتے تھے ہر روز ظہر اور عصر کے درمیانی وقفہ میں پانچ رضا کاروں کو راجہ بازار روانہ کرتے۔ مسجد کے خطیب حضرت مولانا عبدالحکیمؒ تحریک کے ابتدائی ایام میں گرفتار ہو چکے تھے، بعد میں مولانا عبدالحکیم ؒ ، کئی دہائی میں ہنگرام سے رکن قومی اسمبلی بھی رہے اور ایوان بالا (سینیٹ) کے رکن بھی رہے۔ ایک دن مسجد سے اعلان ہوا کہ رضا کار دستیاب نہیں ہیں، مائیں نوجوان بچوں کو مسجد بھیجیں۔ میرے بھائی حکیم محمود احمد نے ابھی جوانی میں قدم رکھا تھا۔ والدہ نے انہیں غسل کرنے کے بعد سفید لباس پہنایا، ہاتھ سے بنا ہوا گوٹے کا ہار پہنایا اور دعاؤں کے ساتھ مسجد روانہ کیا اور تحریری اجازت نامہ ہاتھ میں دیا کہ ایڈمنسٹریٹر ماسٹر موسیٰ جان لیں کہ نوجوان اجازت سے آیا ہے۔

راجہ بازار اتنی رونقوں والا نہ تھا، نکاری بازار اور سبزی منڈی کے سروں کو چھوتی ہوئی ر نواز سڑک پر ڈالی گئی تھی، یہاں نماز عصر ادا ہوئی۔ سارا بازار فدا ئین ختم نبوت سے بھرا ہوتا۔ دعا کے بعد نعرۂ تکبیر کی صداؤں میں پانچ رضا کار رنواز کی حد پھلانگ کر فوارہ چوک کی جانب رواں ہوتے، درود وسلام کا ورد کرتے گرفتاری دیتے۔ یہ ابتدائی دنوں کی بات ہے، جوں جوں تحریک زور پکڑتی گئی، انتظامیہ اور پولیس کی سختی ظلم کی طرف بڑھتی گئی۔ لاہور میں مارشل لا لگا اور جنرل اعظم خان اس کے ایڈمنسٹریٹر ہوئے۔ ملک بھر کے شہروں میں خلق خدا کا دوازدحام تھا کہ انتظامیہ کو سنبھالنا دشوار ہو گیا، مگر جو بات اس تحریک کا حسن ہے، وہ یہ کہ مظاہرین ”اللہ اکبر، ختم نبوت زندہ باد“ اور کذاب مرزا کے خلاف نعرے لگاتے، مگر گھیراؤ جلاؤ سے اجتناب کرتے۔ قانون کی پاسداری کا لحاظ رکھتے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا یہ بیان مظاہرین ختم نبوت کی سچائی اور امن پسندی کا ثبوت ہے کہ مولانا نے فرمایا کہ اگر حکومت انارکلی بازار میں پان کھا کر جانے پر پابندی لگائے تو میں انارکلی بازار کے سامنے کھڑے ہو کر احتجاج کروں گا، مگر قانون نہیں توڑوں گا۔ پھر مارشل لا، حکام نے مولانا مودودی اور مجاہد حریت حضرت مولانا عبدالستار نیازی کو مارشل لا، کورٹ نے پھانسی کی سزا سنائی۔ پاکستان کے قیام کے بعد قادیانیوں کی حکومت پر گرفت اتنی سخت تھی کہ ان کے خلاف کسی اخبار میں خبر چھپنا ممکن نہ تھا، کوئی بڑا جیدار مدیر ایسا نہ تھا جو مرزا کے کذب و مکر کے بارے میں اداریہ یا مضمون یا دو سطری خبر بھی شائع کر سکے۔ حد تو یہ تھی کہ مارشل لا، کورٹ کی سربراہی کرنے والے کرنل اور ان کا عملہ مرزا کے پوتوں، نواسوں کو عدالت میں بلا تو سکتا تھا، مگر عدل کا منصب رکھنے والا پورے ادب سے کھڑے ہو کر فتنہ پردازوں کی اولاد کا استقبال بھی کرتا۔ (جاری ہے)

ترتیب جدید ایڈیشن

عقیدۂ ختم نبوت اور تردیدِ قادیانیت کے موضوع پر

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بے مثال تصنیف

تحفۂ قادیانیت کامل ٦ جلدیں

مرزا غلام احمد قادیانی کے وجوہ کفر وارتداد اور فتنۂ قادیانیت کے تعاقب میں لکھے گئے

بیسیوں مضامین ومقالات اور رسائل کا مجموعہ، عام فہم اور اچھوتا انداز تحریر، خوبصورت جلد، جاذب نظر سرورق

رعایتی قیمت صرف: 1200 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

اسٹاکسٹ: مکتبہ لدھیانوی، ١٨ اسلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن کراچی 0321-2115595, 021-34130020

ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، کراچی

بقیہ:......... اداریہ

۴:.....مکہ شریف میں جا کر مراقبہ موت کل نفس ذائقۃ الموت کرے، پھر شب کو ۳۱۳ بار" لا إله إلا الله " کا ذکر کرے۔

۵:.....مکۃ المکرمہ میں صدقہ وخیرات میں کثرت کی جائے، اس لیے کہ یہاں ایک کا لاکھ ملتا ہے۔

۶:.....مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے رہنے والے اگر غیر شرعی کام بھی کریں تو نہ وہاں سعودیہ میں اور نہ واپس آ کر اپنے ملک میں۔ نہ دل میں اور نہ زبان سے کسی غیر کو ان کی عیب جوئی نہ کرے، کیونکہ وہ اللہ کے شہر والے ہیں اور وہ مدینہ والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر والے ہیں، ہمیں کیا حق ہے کہ ہم ان کی عیب جوئی کریں۔ اور یہ بات اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناپسند ہے۔

۷:.....جب مدینہ منورہ یا روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی دے، درود کثرت سے شروع کردے۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے غسل یا وضو کرے اور دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی زیارت کرے، اس وقت پڑھے: " الصلوٰة والسلام عليك يارسول الله! " اس کے بعد " السلام عليك يا أبابكر الصديقؓ خليفة رسول الله! " پھر پڑھے: " السلام عليك يا عمر بن الخطاب خليفة رسول الله! " مدینہ شریف میں حتی الوسع نماز مسجد نبوی میں پڑھنی چاہیے اور مسجد قبا میں بھی کچھ نوافل وغیرہ پڑھنے چاہئیں۔ لمسجد اسس على التقوى، یہ مسجد قبا کی تعریف میں فرمایا گیا ہے۔ مقام احد میں جا کر زیارت کرنا اور وہاں دعا مانگنا کہ یا اللہ! ان شہداء کے طفیل میرے قلب کو منور فرما اور جنت البقیع میں روزانہ یا کبھی کبھی زیارت کے لیے جانا اور وہاں بھی دعا مذکورہ بالا مانگنا چاہیے اور سفر حج میں جو دعائیں بزرگوں نے لکھی ہوئی ہیں، وہ ضروری نہیں، بلکہ مدینہ منورہ میں فرض وسنت کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت رکھنی چاہیے۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مسلمانوں کو حج مبرور کی سعادت سے نوازیں اور بار بار اپنے گھر کی مقبول حاضری نصیب فرمائیں۔

وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

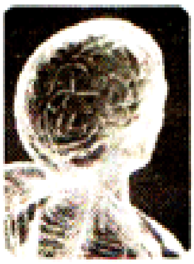
32 اجزاء سے تیار کردہ
فیصل
معجون قوت دماغ زعفرانی
دماغ، اعصاب، ذہن اور حافظہ کیلئے آزمودہ نسخہ

پاکستان بھر میں
بذریعہ ڈاک
فری
ہوم ڈلیوری
0314-3085577

- ذہنی دباؤ، تھکاوٹ، بے خوابی، نسیان اور اعصابی کمزوری کا اکسیر علاج
- چہرے کی شادابی، حافظہ کی کمزوری، نظر کی بہتری کیلئے بہترین ٹانک
- نظام ہضم کی درستگی، بواسیر اور پیدائش خون کیلئے موثر علاج
- شوگر اور بلڈ پریشر کے مریضوں کیلئے انمول تحفہ
- معدہ وجگر کی کمزوری اور گرمی کا بہترین علاج
- معجون کا مسلسل استعمال بھرپور جوانی کی ضمانت

قیمت -/1200 روپے وزن 600 گرام
قیمت -/650 روپے وزن 300 گرام

ہر موسم، ہر عمر کی خواتین وحضرات کیلئے یکساں مفید || معیار اور مقدار کے ضامن

اجزائے معجون

زعفران	دارچینی	شہد	مغز بادام
کشنیز	ہلیلہ	جوہر آہن	برہمی بوٹی
مرچ سیاہ	ورق طلاء	بادیان	مغز اخروٹ
خشخاش	گاؤزبان	گل سرخ	طباشیر
اسطوخودوس	الائچی کلاں	الائچی خورد	زرشک
مغز تربوز	ورق نقرہ	گوند کتیرہ	جوہر مرجان
آملہ	مغز خیارین	مغز کدو	مویز منقی

فیصل FOODS
شاہ عالمین ٹریڈرز ڈسٹری بیوٹرز، ملت کالونی، فیصل آباد
0314-3085577

حلقہ منظور کالونی میں جماعتی سرگرمیاں

رپورٹ: مولانا امجد اسلام صدیقی

کراچی.... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر انتظام ۷ستمبر کے حوالے سے حلقہ منظور کالونی میں ائمہ وخطبا حضرات کا اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کا آغاز مولانا محمد طاہر کی تلاوت سے ہوا۔ اجلاس کی صدارت مولانا قاضی احسان احمد نے کی۔ علماء کی مشاورت سے طے کیا گیا کہ ہر اسلامی ماہ کی پہلی پیر کو بعد نماز عصر علما کرام کا مشاورتی اجلاس مختلف مساجد میں منعقد ہوگا۔ حلقہ منظور کالونی کے قریبی علاقوں میں بھی رد قادیانیت کے حوالے سے کام شروع کیا جائے۔ اس حوالے سے تین افراد پر مشتمل کمیٹی بنائی گئی جو اعظم بستی، اختر کالونی اور کشمیر کالونی کے ائمہ کرام سے ملاقات کرے گی۔

۷ستمبر کے حوالے سے خدام ختم نبوت کی قربانیوں اور فتنۂ قادیانیت کی سرگرمیوں سے عوام الناس کو آگاہ کرنے کے لئے ۵ستمبر کا خطبہ جمعہ ''تحفظ ختم نبوت'' کے موضوع پر پڑھانے کے لئے حلقہ منظور کالونی، محمود آباد، بلوچ کالونی، اعظم بستی کی تقریباً ۵۰ سے زائد مساجد میں مرکزی دفتر ختم نبوت کی طرف سے بنے گئے خطوط اور لٹریچر خطبا حضرات کو پہنچائے گئے اور الحمد للہ! ائمہ کرام نے اس موضوع پر بہترین انداز میں گفتگو کی۔

۵ستمبر بروز جمعہ کو بعد نماز عشاء جامع مسجد مکہ منظور کالونی میں دفاع ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کا آغاز مسجد ہذا کے امام کی تلاوت سے ہوا۔ نقابت کے فرائض مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالرؤف نے انجام دیئے۔ نعت کے لئے محمد عرفان سعید اور مولوی محمد عمر فاروق کو دعوت دی گئی۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جامعہ تعلیم القرآن والسنہ کے استاذ الحدیث مفتی محمد رمضان مدظلہ نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں عوام الناس کے سامنے بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت امت کا اساسی اور بنیادی عقیدہ ہے، اس عقیدہ پر امت کبھی دورائے کا شکار نہیں ہوئی۔ اس عقیدہ کے تحفظ کے لئے حضرات صحابہ کرامؓ سے لیکر آج تک امت مسلمہ نے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔

کانفرنس کے مہمان خصوصی خطیب خوش الحان مولانا احسن راجہ الحسینی نے اپنے مخصوص انداز میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وفضیات اور ۷ستمبر ۱۹۷۴ء کے دن کے حوالے سے عوام کو آگاہ کیا۔ مولانا نے کہا کہ ایک طویل محنت اور جدوجہد کے بعد قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اس مقدس مشن کی کامیابی کے لئے ہزاروں افراد نے خون کا نذرانہ پیش کیا۔ بچے یتیم کروائے، گھروں سے بے گھر ہوئے لیکن آخرکار اس مشن میں کامیابی نصیب ہوئی۔ آج کی یہ کانفرنس اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم بھی اس کام کو اپنا کام سمجھ کر اپنا نام جاں نثاران ختم نبوت اور محافظین ختم نبوت میں لکھوائیں۔

کانفرنس میں حلقہ کے ائمہ وعلما کرام نے بھرپور شرکت کی۔ کانفرنس کے صدر جامعہ تعلیم القرآن والسنہ کے رئیس مولانا قاری شبیر احمد عثمانی مدظلہ مصروفیت کے باوجود تشریف لائے ان کے علاوہ مولانا محمد بلال، مولانا شبیر احمد، مولانا محمد قاسم، مولانا حفیظ الرحمن فاروقی، مولانا غلام یاسین، مولانا عبدالجبار، مولانا محمد وقاص، مولانا نعمت اللہ، مولانا محمد حفیظ، مولانا محمد قیصر اور دیگر علماء کرام نے شرکت کی۔ کانفرنس کا اختتام مولانا احسن راجہ الحسینی کی دعا پر ہوا۔

☆☆..........☆☆

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون: 32545573

تعاون کی اپیل

عقیدۂ ختم نبوت کی سربلندی، تحفظ ناموسِ رسالت اور فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے لئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ

قربانی کی کھالیں

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت کو دیجیے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعارف

☆...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملت اسلامیہ کی بین الاقوامی تبلیغی و اصلاحی جماعت ہے۔

☆...... یہ جماعت ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے علیحدہ ہے۔

☆...... تبلیغ اقامت دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اس کا طرۂ امتیاز ہے۔

☆...... اندرون و بیرون ملک 50 دفاتر و مراکز 12 دینی مدارس ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔

☆...... لاکھوں روپے کا لٹریچر عربی، اردو، انگریزی اور دنیا کی دیگر زبانوں میں چھاپ کر پوری دنیا میں مفت تقسیم کیے جاتے ہیں۔

☆...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام روزنہ "ختم نبوت" کراچی اور ماہانہ "لولاک" ملتان سے شائع ہو رہے ہیں۔

☆...... چناب نگر (ربوہ) میں مجلس کی سرگرمیاں جاری ہیں اور وہاں دو عالیشان مسجدیں اور دو مدرسے چل رہے ہیں۔

☆...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں دار المبلغین قائم ہے، جہاں علماء کو رد قادیانیت کا کورس کرایا جاتا ہے، مدرسہ اور دار التصنیف بھی مصروف عمل ہیں۔

☆...... ملک بھر میں اہل اسلام اور قادیانیوں کے درمیان بہت سے مقدمات قائم ہیں۔

☆...... ہر سال دنیا بھر میں عالمی مجلس کے مبلغین تبلیغ اسلام اور تردید قادیانیت کے سلسلے میں دورے پر رہتے ہیں۔

☆...... اس سال بھی حسب سابق برطانیہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی اور امریکا میں بھی متعدد کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔

☆...... افریقہ کے ایک ملک مالی میں مجلس کے رہنماؤں کی کوششوں سے 30 ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت اور آپ کے تعاون سے ہو رہا ہے۔

اس کام میں مخیر دوستوں اور دردمندان ختم نبوت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں، زکوٰۃ، صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دے کر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں۔

ترسیل زر کا پتہ

مرکزی دفتر عالمی مجلسِ تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان

فون: 061-4783486، 061-4583486

اکاؤنٹ نمبر: 3464 - UBL حرم گیٹ برانچ ملتان

جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ، کراچی

021-32780337، 021-34234476، Fax: 021-32780340

اکاؤنٹ نمبر: 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک، بنوری ٹاؤن برانچ

اپیل کنندگان

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب
امیر مرکزیہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب
نائب امیر مرکزیہ

مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد صاحب
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری صاحب
مرکزی ناظم اعلیٰ